مکمل ناول

فرحت اشتیاق

تیرے لئے میرا دل

وہ اسے پچھلے ایک مہینے سے یہاں آتا دیکھ رہے تھے۔ پتا نہیں اس میں ایسی کیا بات محسوس ہوئی تھی جو وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ خود ان کا تو برسوں پرانا معمول تھا کہ وہ شام میں واک کرنے کے لیے پارک آیا کرتے تھے مگر اس لڑکی کو انہوں نے اس سے پہلے یہاں آتے کبھی نہ دیکھا تھا۔

یہ ایک مہینہ پیشتر کی بات تھی جب انہوں نے اسے پہلی مرتبہ [illegible] پارک آئی اور پارک کے کونے میں بالکل الگ تھلگ سی بینچ پر بیٹھ جایا کرتی۔ اتنے وسیع پارک کے قدرے سنسان سی جگہ پر واقع اس بینچ پر کوئی اور بیٹھتا بھی نہیں تھا۔ اسی لیے اس کی یہ مخصوص بینچ اسے روز ہی خالی ملتی۔ وہ بظاہر کھیلتے کودتے بچوں پر نگاہیں مرکوز کیے بیٹھی رہتی مگر انہیں ایسا لگتا جیسے وہ صرف جسمانی طور پر یہاں موجود ہے ورنہ اس کا دل اور دماغ کہیں اور ہی مصروف عمل ہیں۔ عجیب سی تھکاوٹ اور بیزاری اس کے چہرے پر چھائی رہتی تھی۔ جیسے وہ ساری دنیا سے ناراض ہے۔ اسے لوگوں نے بڑا مایوس کیا ہے اور وہ اپنی تنہائی اور اکیلے پن کا سوگ منانے یہاں آتی ہے۔

مغرب کا وقت ہوتا اور بچے پارک سے جانا شروع کر دیتے وہ تب بھی ویسے ہی بیٹھی رہتی۔ پھر جب اندھیرا ہلکا ہلکا پھیلنا شروع ہو جاتا وہ بینچ پر سے یوں کھڑی ہوتی جیسے ابھی بھی یہاں سے جانا نہیں چاہتی۔

وہ جو اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ لوگوں اور ان کے رویوں کو سمجھنے میں گزار چکے تھے، اپنے تجربات کی روشنی میں یہ بات کہہ سکتے تھے کہ وہ اپنے گھر اور گھر کے افراد سے روٹھی ہوئی ایک ناراض سی لڑکی ہے۔ وہ جگہ جہاں وہ رہتی تھی شاید وہ وہاں رہنا ہی نہیں چاہتی تھی اسی لیے اس جگہ سے فرار حاصل کرنے کے لیے یہاں چلی آتی تھی۔ مگر یہاں آنے کے باوجود وہ اس جگہ سے متعلق تکلیف دہ سوچوں کو جھٹک [illegible] طور پر سارا وقت وہیں کے بارے میں سوچتی رہتی تھی۔ روزانہ واک کرتے ہوئے وہ دو تین بار اس کے سامنے سے گزرتے تھے مگر وہ کبھی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔

آج ایک دم ان کا دل چاہا کہ اس سے جا کر بات کریں اور اسے سمجھائیں کہ اتنی اداسی اور دل گرفتگی اچھی نہیں۔ اگر تمہیں کوئی دکھ پہنچا بھی ہے تو اسے برداشت کرنے کی کوشش کرو اور خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو۔

اپنی اس سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ واک کرتے ہوئے اس کے پاس آ گئے اور بولے۔

"ہیلو ینگ لیڈی! کیا میں آپ کے پاس بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ اپنے کسی دھیان سے چونک کر ان کو حیران نظروں سے اپنے سامنے کھڑا دیکھ رہی تھی۔ شاید ان کی بات اس نے صحیح طور پر سنی بھی نہیں تھی۔ اس کے چہرے کے حیرت بھرے تاثرات کے پیش نظر وہ

UrduPhoto.com

"کیا میں آپ کے پاس بیٹھ سکتا ہوں؟"
"جی ضرور۔" وہ کچھ بوکھلا کر بولی تھی۔ اس کی سمجھ
میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کون ہیں اور اس کے پاس کیوں
بیٹھنا چاہتے ہیں۔ اس کے بولتے ہی وہ فوراً بیٹھ گئے
اور اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے۔
"مجھے نئے دوست بنانے کا بہت شوق ہے
اور بات ہے کہ دوستی کے معاملے میں میں بڑا چوزی
ہوں صرف انہیں لوگوں سے دوستی کرتا ہوں جو مجھے
اچھے لگتے ہیں اور تم کیونکہ مجھے بہت اچھی لگی ہو اس
لیے میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"
ان کے بے تکلفانہ انداز تخاطب پر وہ بے اختیار
مسکرا دی اور بولی۔
"آپ تو مجھے جانتے بھی نہیں ہیں پھر میں آپ کو
اچھی کیسے لگ گئی؟"
"اچھی لگی ہو اسی لیے تو جاننا چاہتا ہوں کہ میری
نئی دوست کون ہے کہاں رہتی ہے وغیرہ وغیرہ۔"
ان کا دھیما اور پر خلوص سا انداز اسے بے اختیار

UrduPhoto.com

اپنی گرفت میں لے گیا۔ وہ اب بڑے دھیان سے اور غور سے ان کی طرف دیکھنے لگی ان کے چہرے پر اتنی شفقت اور محبت محسوس ہو رہی تھی کہ وہ ان کی بات کا جواب دینے کے بجائے ایک ٹک انہیں دیکھتی رہی۔ اسے اتنی توجہ سے اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ قدرے شریر انداز میں بولے۔

"کیا میں آج بھی اتنا ہینڈسم ہوں کہ لڑکیاں اتنے غور سے مجھے دیکھیں؟" ان کی بات پر وہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ وہ اس کے ہنستے مسکراتے چہرے کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ پہلے میں ہی اپنا تعارف کروا دیتا ہوں۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوئے۔

"میرا نام سید مبشر لودھی ہے۔ عمر انسٹھ سال ہے بقول شاعر کبھی ہم خوب صورت تھے۔ اگر تم چالیس پچاس سال پہلے کی ہوتیں تو دیکھتیں کہ اسمارٹنیس اور خوب صورتی کسے کہتے ہیں۔"

وہ اتنے ہنس [illegible] اور رکھ رکھاؤ والی نیچر کے باوجود قہقہہ لگا کر ہنس پڑی اور بولی۔

"آپ ابھی بھی بہت ہینڈسم ہیں اور اگر خود اپنے منہ سے اپنی ایج نہ بتائیں تو ساٹھ سے زیادہ کے تو لگتے بھی نہیں ہیں۔" اس کی بات پر وہ بھی ہنس پڑے اور بولے۔

"یعنی تم میرا دل رکھنے کو تو ایسا نہیں کہہ رہیں کہ چلو بڑے میاں کو تھوڑا خوش کر دیں۔"

"آئی سویئر میں سچ کہہ رہی ہوں۔" پتا نہیں ان کی شخصیت اور بولنے کے انداز میں کیسا جادو تھا کہ وہ خود بخود ان کی طرف کھنچتی چلی جا رہی تھی۔

"چلو تم کہہ رہی ہو تو مان لیتا ہوں۔" وہ اس کی بات کا مزہ لیتے ہوئے بولے۔

"خیر میں اپنا انٹروڈکشن کروا رہا تھا۔ بڑی مصروف اور بھاگتی دوڑتی زندگی گزاری ہے میں نے۔ اسی لیے اب آرام سے ریٹائرڈ لائف کو انجوائے کر رہا ہوں۔ ان دنوں کچھ لکھنے پڑھنے سے زیادہ ہی شغف ہو گیا ہے۔ اس لیے سارا دن اپنی اسٹڈی میں کتابیں پڑھنے میں گزار دیتا ہوں۔ اپنے یورپ اور افریقہ کے ممالک کے دوروں کے نتیجے میں وہاں کے حالات اور اپنے تجربات پر مبنی دو عدد سفرنامے لکھ چکا ہوں۔ آج کل کچھ قریبی دوستوں کے مشورے پر اپنے مختلف موضوعات پر لکھے گئے آرٹیکلز جو اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں کو کتابی شکل دینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہیں ڈیفنس میں رہتا ہوں۔"

وہ ان سے بڑی مرعوب اور متاثر نظر آ رہی تھی۔

"اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔" وہ اس سے مخاطب ہوئے۔

"آپ جیسے عالم فاضل اور انٹلکچوئل کے سامنے میں اپنا کیا تعارف کرواؤں۔ بہرحال میرا نام اجالا شہریار ہے اور میں نے انڈس ویلی سے فائن آرٹس میں گریجویشن کی ہے۔ ان دنوں ایک آرٹ اسکول میں جاب کر رہی ہوں۔ میں بھی ڈیفنس ہی میں رہتی ہوں۔"

"چلو تو میری نئی دوست ایک آرٹسٹ ہے۔ ویسے میں تو پہلی نظر ہی میں جان گیا تھا کہ تم بڑی ٹیلنٹڈ لڑکی ہو۔" وہ اپنی تعریف پر مسکراتی ہوئی بولی۔

"اتنی ننھی بھی نہیں ہوں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ اس جنوری میں میں پورے چھبیس سال کی ہو گئی ہوں۔" وہ اس کے صاف گوئی سے اپنی عمر بتانے پر ہنس پڑے اور بولے۔

"میرے آگے تو چھوٹی سی بچی ہی ہو۔ خیر یہ بتاؤ تمہیں مجھ سے دوستی کرنا منظور ہے۔" وہ جواب میں اپنا سر اثبات میں ہلاتے ہوئے بولی۔

"کیا اب تک ہماری دوستی ہو نہیں چکی؟"

"نہیں باقاعدہ دوستی تو نہیں ہوئی ناں۔ اب تم دوستی کرنے کے لیے مان گئی ہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ میں دوستی میں بھی ڈکٹیٹرشپ کا قائل ہوں۔ لہٰذا میری پہلی ڈکٹیشن تو یہ ہے کہ مجھے روتے بسورتے چہرے بہت زہر لگتے ہیں اس لیے اگر مجھ سے فرینڈشپ کرنی ہے تو جب بھی مجھے ملو ہنستی مسکراتی نظر آؤ

UrduPhoto.com

"ٹھیک ہے۔" وہ اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے بولے۔ اس نے کچھ جھجکتے ہوئے ان کے بھاری مردانہ ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا اور گردن ہلا دی تو انہوں نے بڑی گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے چھوڑ دیا۔ پھر کچھ دیر وہ اس سے فائن آرٹس اور اس کی جاب کے بارے میں بات کرتے رہے۔ اذان سے کچھ پہلے وہ اٹھے تو جالا بھی ان کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔ دونوں چہل قدمی کرتے ہوئے پارک سے نکل آئے۔ پارک سے پانچ چھ منٹ کی واک پر ان کا گھر تھا۔ سڑک کے کنارے پہ کھڑے ہو کر انہوں نے اسے اشارے سے اپنا گھر دکھایا اور چلے گئے تو وہ بھی آگے بڑھ گئی۔

اگلے روز وہ پارک آئی تو وہ اسے واک کرتے ہوئے نظر آئے۔ اس ایج میں بھی ان کی فزیکل فٹنس زبردست تھی۔ چھ فٹ قد اور مضبوط ڈیل ڈول۔ ان کی نہ تو کمر جھکی ہوئی تھی نہ ہی چال میں سست رفتاری نظر آ رہی تھی۔ [illegible] آنکھیں تو غضب کی [illegible] کو مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتی تھیں۔ [illegible] ان کے چہرے کو ایک عجیب سے نورانی ہالے میں لے رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر انہوں نے دور سے ہاتھ ہلا کر وش کیا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی تیز قدموں سے چلتی ان کے پاس آ گئی اور بولی۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام کیسی ہو بیٹا؟" وہ شفقت سے مسکرا کر بولے۔

"میں ٹھیک ہوں انکل آپ کیسے ہیں؟"

"میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔ تو آج بیٹھنے کے بجائے تم بھی میرے ساتھ واک کرو۔"

اسے آفر کرتے انہوں نے چلنا شروع کیا تو وہ بھی ان کے قدم سے قدم ملا کر چلنے لگی۔ کافی دیر تک وہ دونوں واک کرتے رہے اس دوران انہوں نے آپس میں بہت ساری باتیں کیں۔ ایک دوسرے کی پسند ناپسند وغیرہ کے بارے میں آگاہی حاصل کرتے رہے۔ بات کرتے کرتے اچانک ان کی نظر اپنی گھڑی پر پڑی تو بوکھلا کر بولے۔

"مارے گئے، وہ الو تو مجھ سے سخت ناراض بیٹھا ہوا ہو گا۔" اس کی حیران شکل پر نظر پڑی تو مسکرا کر بولے۔

"میرا پوتا ہے اویس۔ اسے اکثر میں پیار سے الو ہی کہتا ہوں۔ اب کہیں تم اسے کوئی احمق سی مخلوق نہ سمجھ لینا۔ بڑا جینئس اور لائق ہے۔ یہ بات صرف میں ہی نہیں اسے جاننے والے تمام لوگ کہتے ہیں۔ بچپن سے لے کر آج تک زندگی کے ہر میدان میں اول رہا ہے۔ پڑھائی میں تو خیر اچھا تھا ہی لیکن اسپورٹس میں بھی اس کی کارکردگی نہایت شاندار تھی۔ اسکواش، سوئمنگ اور پولو ان تمام گیمز میں اس نے ہمیشہ ہی فرسٹ پرائز حاصل کیا ہے۔ اس جیسا ڈیٹر کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ بڑی ہی قطعی نیچر کا مالک ہے۔ اپنے ارادوں میں اٹل اور قطعی فیصلے کرنے والا۔ دلیر، نڈر اور مستقل مزاج۔ ہارنا تو جیسے [illegible] سیکھا ہی نہیں ہے۔ آکسفورڈ میں بھی اپنی ذہانت اور لیاقت کے جھنڈے گاڑ کر آیا ہے۔ اس کے وہاں کے پروفیسرز آج بھی اسے یاد کرتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے علاوہ مجھ سے بے حد پیار کرتا ہے اور اب میرا اتنا پھیلا ہوا بزنس وہی سنبھال رہا ہے۔ مجھے اس [illegible] ہے۔"

ان کے لہجے میں اپنے پوتے کے لیے محبت، فخر، مان اور کیا کیا کچھ نہ تھا۔ وہ ان کے چہرے پر بکھرے ہوئے ان رنگوں کو بڑی حسرت سے دیکھ رہی تھی اس کے لیے اس لہجے میں محبتیں اور چاہتیں جتانے والا کوئی نہ تھا۔ وہ کسی کی عزیز از جان نہیں تھی۔ کسی کو اتنی فرصت نہ تھی کہ اس کی خوبیوں کو سراہتا اور اپنی والہانہ چاہت کا اظہار کرتا۔ وہ ایک عجیب سے تاسف اور دکھ کو اپنے دل میں گھر کرتا ہوا محسوس کرنے لگی۔ جبکہ وہ اس کی کیفیت سے بے خبر کہہ رہے تھے۔

"آج ذرا جلدی گھر جانا ہے۔ تم چل رہی ہو یا ابھی رکو گی؟" ان کی بات پر وہ ایک گہری سی سانس لے کر

بولی۔

"نہیں میں بھی آپ کے ساتھ ہی چل رہی ہوں۔" کل کی طرح وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے باہر نکل آئے۔ ان کے گھر کی اسٹریٹ کے کنارے انہیں خدا حافظ کہتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

پھر ان سے روز پارک میں ملنا جیسے ایک معمول سا بن گیا تھا۔ وہ کیونکہ واک کرنے آتے تھے سو اجالا بھی انہیں جوائن کر لیتی اور پھر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ان کی سنگت میں گزار کر جب وہ واپس لوٹتی تو خود کو بہت ترو تازہ اور خوش محسوس کرتی۔ ان کی کمپنی اتنی دلچسپ ہوتی کہ اسے بوریت کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ عام بوڑھے افراد کی طرح انہیں نئی نسل میں سینکڑوں خرابیاں بھی نظر نہیں آتی تھیں۔ وہ محض تنقید کرنے کے لیے یا جنریشن گیپ کے پیش نظر ہمارے زمانے میں تو یوں ہوتا تھا یہ آج کل کی نسل تو نری واہیات ہے جیسے فقرے بھی نہیں بولا کرتے تھے۔ جہاں انہیں [illegible] لٹریچر پسند تھا وہیں [illegible] گلوکاروں کو پسند کرتے تھے۔ نئے دور کی عمدہ اور معیاری فلمیں اور [illegible] بھی ان کی من پسند تھیں۔ اسی لیے اسے کبھی بھی ایسا محسوس نہیں ہوا کہ وہ کسی دل سے بوڑھے شخص کے ساتھ وقت گزار رہی ہے۔

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ تک کے بارے میں ان کی معلومات اتنی اپ ٹو ڈیٹ تھیں کہ وہ خود ان سے بہت کچھ سیکھ رہی تھی۔ انہوں نے اس سے کبھی بھی اس کے گھر یا گھر والوں سے متعلق کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ زیادہ تر وہ لوگ جنرل ٹاپکس پر باتیں کرتے رہتے۔ اسے ان کی یہ عادت بہت اچھی لگتی تھی کہ وہ بلاوجہ کے تجسس میں مبتلا ہو کر اس سے پرسنل باتیں نہیں پوچھا کرتے تھے اور کیونکہ وہ اپنے گھر کے حوالے سے کوئی بات کرنا بھی نہیں چاہتی تھی اس لیے ان کی اس عادت سے بہت خوش تھی۔ خود وہ البتہ باتوں باتوں میں اکثر اپنے پوتے کا ذکر کیا کرتے تھے۔

بات چاہے کسی بھی موضوع پر ہو رہی ہوتی اس کا کسی نہ کسی طرح سید اویس لودھی سے لنک جوڑ دیا جاتا تھا۔ اگر کھانے پینے کی بات ہو رہی ہوتی تو وہ کہتے "اویس کو سی فوڈ اور مختلف قسم کی سلاد کھانے کا بہت شوق ہے۔ کھانے کی میز پر بیٹھ کر پہلے اپنا آدھا پیٹ تو سلاد سے بھر لیتا ہے۔ اسی لیے ہمارے خانساماں بے چارے کو اس کی وجہ سے مختلف کھانے پکانے کی کتابوں اور ٹی وی پروگراموں سے استفادہ حاصل کرنا پڑتا ہے تاکہ اسے روز نئی سے نئی طرح کی سلاد بنا کر کھلا سکے۔"

اگر کتابوں کی یا پڑھنے پڑھانے کی بات ہو رہی ہوتی تو کہتے۔

"اویس کو بھی میری طرح کتابوں سے عشق ہے۔ روزانہ رات کو سونے سے پہلے کچھ نہ کچھ ضرور پڑھتا ہے چاہے وہ کوئی میگزین ہو یا کوئی کتاب۔" وہ اپنے پوتے سے والہانہ عشق کرتے تھے اسی لیے یہاں نہ ہوتے ہوئے بھی وہ ان کے پاس موجود ہوتا تھا۔ ان [illegible] طرح ہمیشہ ساتھ رہتا تھا۔

اس روز بھی وہ ان کے ساتھ واک کرتی ہوئی ان کی باتیں بغور سن رہی تھی۔ گفتگو کا موضوع بعض لوگوں کا اپنی کسی بھی عادت کو نشے کی طرح اختیار کر لینا تھا۔ اپنی عادت کے مطابق وہ اپنے پوتے کا ذکر کرنا نہ بھولے اور بولے۔

"اویس کی ایک یہی عادت مجھے ناپسند ہے۔ حالانکہ اس نے کبھی میرے سامنے سگریٹ نہیں پیا، لیکن مجھے معلوم ہے کہ وہ اسموکنگ کرتا ہے۔ ویسے اپنی فٹنس کا اور اپنی ہیلتھ کا اتنا خیال رکھتا ہے روزانہ صبح باقاعدگی کے ساتھ ایکسر سائز کرتا ہے۔ شام میں سوئمنگ کرتا ہے اور ہفتے میں دو تین بار اسکواش کھیلنے بھی جاتا ہے مگر اسموکنگ سے باز نہیں آتا۔" ان کی بات بڑے غور سے سنتے ہوئے وہ ایک دم بول پڑی۔

"وہ کیا آپ کی بات نہیں مانتے؟"

"نہیں خیر ایسی تو کوئی بات نہیں۔ دراصل اس

UrduPhoto.com

نے کبھی میرے سامنے اسموکنگ کی ہی نہیں ہے اس لیے میں اسے کبھی ٹوک نہیں پایا۔"

اتنے عرصے سے اس کے بارے میں سنتے سنتے اسے اب وہ نادیدہ بندہ بڑا جانا پہچانا سا لگنے لگا تھا۔ اسے یونہی خیال آیا کہ وہ ہمیشہ اپنے پوتے ہی کا ذکر کرتے ہیں۔ کبھی بیٹے اور بہو کی کوئی بات نہیں کی۔ اپنے اس خیال کے پیش نظر وہ بول اٹھی۔

"آپ کے بیٹا اور بہو کیا کہیں دوسرے ملک میں رہتے ہیں؟"

اس کے سوال پر ایک تاریک سا سایہ ان کے چہرے پر نظر آیا تھا۔ ان کا ہنستا مسکراتا چہرہ ایک دم ویران اور برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔ ان کے کچھ کہے بغیر ہی اسے اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا اور وہ اب بڑی شرمندگی میں گھری کھڑی تھی۔

"آئم سوری میں نے آپ کو دکھی کر دیا۔"

اس کی بات پر وہ ایک دم چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور بڑے دکھی انداز میں دھیرے سے بولے۔

"یہ دکھ تو ہر لمحہ میرے ساتھ ہے۔ لیکن بعض اوقات ہمیں اپنے تمام دکھ اور رنج والم اپنے سے وابستہ دوسرے افراد کی وجہ سے دل کے کسی نہاں خانے میں چھپانے پڑتے ہیں۔ لیکن اس طرح کرنے سے بھی اس دکھ کی شدت کم تو نہیں ہو جاتی۔ آج جو میں زندہ ہوں تو صرف اویس کی وجہ سے ورنہ برسوں پہلے جوان بیٹے اور بہو کی موت کی خبر سن کر ہی شاید میں مر گیا ہوتا۔" اس کی اتنی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ وہ ان ہنستی مسکراتی زندگی سے بھرپور آنکھوں میں نمی دیکھ سکے اس لیے چپ چاپ سر جھکائے ان کی بھرائی ہوئی آواز سن رہی تھی۔ پھر وہ ایک دم اپنی آنکھیں رگڑ کر صاف کرتے ہوئے اس سے بولے۔

"آج میں تمہیں اپنے بارے میں بہت ساری باتیں بتاؤں۔" وہ ان کی طرف نظر ڈالے بغیر ان کے ساتھ چلتی بینچ پر آکر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے سنا وہ آسمان پر نگاہیں جمائے بول رہے تھے۔

"کبھی ہمارا ایک محبت بھرا آشیانہ ہوا کرتا تھا۔ جس میں، میں صبیحہ اور دانیال رہا کرتے تھے۔ صبیحہ میرے ماموں کی بیٹی تھی۔ ہماری شادی بزرگوں کی مرضی سے طے پائی تھی مگر اس میں ہم دونوں کی پسند بھی شامل تھی۔ وہ بہت اچھی تھی۔ بڑی ہمدرد، نیک دل اور خدمت گزار، ایسی بیوی قسمت والوں ہی کو ملا کرتی ہے۔ اس نے میری زندگی میں شامل ہو کر اسے ہر لحاظ سے مکمل کر دیا تھا۔ میرے کہے بغیر میرے دل کا حال جان لینے والی وہ مجھ سے بہت محبت کرتی تھی۔ پھر ہماری زندگی میں دانیال آگیا تو جیسے ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں پھیل گئیں۔ ہماری زندگی خوشیوں اور مسرتوں سے بھرپور تھی۔ وقت گزرتا گیا دانیال بڑا ہو گیا۔ وہ بڑا ذہین اور قابل تھا بالکل میرے اویس کی طرح۔ ہم دونوں میاں بیوی اپنے بیٹے کی کامیابیوں پر فخر کیا کرتے تھے۔ وہ تھا بھی بہت اچھا بڑا فرماں بردار اس نے تمام زندگی کبھی مجھ سے یا اپنی ماں سے اونچی آواز میں بات نہیں کی۔ کبھی ہمارا کہا نہیں ٹالا اس کے اخلاق اور اچھی فطرت کے اپنے پرائے سب ہی گن گاتے تھے۔ جب وہ اپنی زندگی میں ہر لحاظ سے سیٹ ہو گیا تو ہم لوگوں نے اس کی شادی کے بارے میں سوچا۔ صبیحہ نے اپنے طور پر خاندان کی دو تین لڑکیوں کو اس کے لیے پسند کر رکھا تھی۔ مگر اس نے اپنی پسند سے شادی کرنے کا فیصلہ سنایا تو مجھے تو کوئی اعتراض نہ تھا مگر صبیحہ روایتی ماؤں کی طرح اس بات پر ناراض ہو گئی۔ زندگی میں پہلی مرتبہ میرے بیٹے نے کسی چیز کے لیے ضد کی تھی۔ میرے سمجھانے بجھانے کے باوجود صبیحہ اپنی ضد سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹی۔ مگر اس موقع پر دانیال بھی حد درجے ضدی اور سرکش ثابت ہوا۔ اس نے فیصلہ سنا دیا کہ شادی کرے گا تو ثمین سے ورنہ کسی سے بھی نہیں کرے گا۔ بالآخر میرے بہت سمجھانے اور منانے پر صبیحہ اس شادی کے لیے تیار ہو گئی لیکن دل سے وہ دانیال سے سخت ناراض تھی۔

ثمین بہو بن کر ہمارے گھر میں آگئی تو پتا چلا کہ

UrduPhoto.com

ہمارے فرماں بردار بیٹے نے کسی غلط چیز کے لیے ضد نہ کی تھی۔ وہ اتنی پیاری تھی کہ میں بتا نہیں سکتا۔ شکل صورت میں تو لاجواب تھی ہی۔ اپنی عادتوں میں بھی بے مثال تھی۔ وہ یونیورسٹی میں دانیال سے دو سال جونیئر تھی مگر اس کی سادگی اور معصومیت دیکھ کر لگتا ہی نہیں تھا کہ اس نے اتنا سارا پڑھا ہوا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ صبیحہ کا غصہ بھی جاتا رہا اور وہ دونوں ساس، بہو کے بجائے ماں بیٹی نظر آنے لگیں۔

پھر ہمارے گھر کی رونقوں کو دوبالا کرنے کے لیے اویس آ گیا۔ وہ ننھا فرشتہ اپنے ماں باپ اور دادی کی آنکھوں کا تارا تھا اور میری تو بات ہی کیا تھی مجھے تو اس سے ایک عجیب سا عشق ہو گیا تھا۔ شاید اس کی بے تحاشا محبت خدا نے میرے دل میں اسی لیے ڈال دی تھی کہ اس بن ماں باپ کے بچے کی پرورش مجھے کرنی تھی۔

دانیال اور نبین کے ہوتے ہوئے بھی وہ ہر وقت میرے ساتھ رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ رات کو سوتا بھی میرے پاس تھا۔

پھر جب وہ [illegible] ایک روز اچانک صبیحہ مجھے چھوڑ گئی۔ اس وقت تو اس کے چلے جانے پر میں بہت اپ سیٹ ہوا تھا مگر خدا کے ہر کام میں ہی کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ اچھا ہوا جو وہ بیٹے اور بہو کا غم دیکھنے سے پہلے اس دنیا سے چلی گئی۔ اس کے جنازے کو اس کے جواں بیٹے نے کندھا دیا تھا وہ خوش قسمت تھی اور میں بڑا ہی بدنصیب جس نے اپنے جوان بیٹے کے لاشے کو اپنے کندھے پر اٹھایا تھا اور ستم یہ کہ مجھے پھر بھی جینا تھا اپنے اویس کی خاطر۔ دانیال کے دوست کی شادی تھی جس میں شرکت کے لیے وہ اور نبین حیدرآباد گئے تھے۔ اویس مجھ سے مانوس ہونے کے سبب میرے پاس ٹھہر گیا تھا۔

شادی میں شرکت کر کے واپس آتے ہوئے ان کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ ایکسیڈنٹ اتنا شدید تھا کہ دونوں موقع پر ہی دم توڑ گئے تھے۔ یہ اطلاع پا کر میرا جو حال ہوا وہ بیان نہیں کر سکتا۔ بس یہ ہوا کہ اس دنیا میں میں اکیلا ہو گیا تھا۔ میرا آشیانہ تنکا تنکا ہو کر بکھر گیا تھا۔ میرا دل مرنے کو چاہنے لگا تھا۔ مگر مجھے جینا تھا۔ اپنے دانیال کی نشانی کی حفاظت کرنی تھی۔ وہ پانچ سال کا معصوم بچہ اسے تو شاید اپنے نقصان کا صحیح سے اندازہ بھی نہیں تھا۔

اسے تو اس وقت یہ پتا بھی نہیں تھا کہ وہ کتنی بڑی نعمت سے محروم ہو گیا ہے۔ بس پھر اویس کی خاطر میں نے خود کو سنبھالا۔ وہ بچپن ہی سے بڑا حساس بچہ تھا میرے کہے بنا میرا ہر دکھ اس نے اپنے اندر اتار لیا۔

ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے اپنی بات کی وضاحت کے لیے لفظ استعمال نہیں کرنے پڑتے وہ مجھے اور میں اسے مکمل طور پر جانتے ہیں۔ ہماری محبت بڑی نرالی اور انوکھی ہے۔"

ان کی آنکھ سے بہنے والے اس واحد آنسو کو اس نے اپنے ہاتھ سے پونچھ دیا تھا اور پھر اپنی انگلی کی پور پہ ٹھہرے اس آنسو کو دیکھ کر ان سے بولی تھی۔

"آپ بہت عظیم انسان ہیں [illegible] اتنے دکھ اٹھا کر بھی [illegible] تقدیر سے شاکی نہیں [illegible] آپ کو خدا سے کوئی شکوہ نہیں۔"

اس کی بات کے جواب میں ایک تھکی ہوئی اداس سی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر پھیل گئی تھی۔

"خدا اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے۔ اس نے اگر مجھ سے لے لیا تو اس سے کئی گنا بڑھ کر دیا بھی تو ہے اور جو واپس لے لیا وہ بھی تو اسی کا تھا۔ اس کی تو عنایت تھی کہ اس نے ایک اچھی بیوی اور فرماں بردار بیٹا مجھے دیا تھا اور اب بھی اس کا رحم و کرم مجھے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ میرا اویس میرے پاس ہے اور میں اپنے رب کا شکر گزار ہوں۔"

کچھ دیر بعد جب وہ اپنے گھر جانے والے راستے کی طرف بڑھ رہی تھی تو اس نے محسوس کیا کہ وہ جو ہر دم خدا سے اور اپنی قسمت سے ناراض رہا کرتی تھی اچانک بدل گئی ہے۔ اسے محسوس ہوا کہ دنیا میں صرف وہی دکھی اور تنہا نہیں اس سے بھی بڑھ کر غمزدہ اور تنہا لوگ موجود ہیں لیکن وہ اپنے دکھوں سے سمجھوتا کر لیتے ہیں اور خدا کی رضا میں راضی ہو جاتے

UrduPhoto.com

کتنے عرصے بعد اس روز وہ سکون سے سوئی تھی۔ وہ اپنے رب کی شکر گزار تھی جس نے ایک اتنے اچھے انسان سے اسے ملوا دیا جو اسے درست راستہ دکھا رہا تھا اور اسے زندگی کی طرف واپس آنے میں مدد دے رہا ہے۔

نہ جانے کیا بات تھی کہ وہ تین روز سے پارک میں نہیں آ رہے تھے۔ ان کے نہ آنے سے وہ بڑی بے کل اور اداس سی ہو رہی تھی۔ روزانہ بڑی آس سے پارک آتی اور مغرب کے وقت تک بیٹھ کر ان کا انتظار کرتی رہتی مگر وہ نہ آتے۔ آہستہ آہستہ اس کی اداسی پریشانی میں بدلتی جا رہی تھی۔ انہوں نے اسے بتایا تھا کہ روزانہ شام کے وقت پارک آنا ان کا برسوں کا معمول ہے اور اب وہ اپنے معمول سے ہٹ گئے تھے تو وہ فکرمند ہو گئی تھی۔

ان چار مہینوں میں وہ ان کی اتنی عادی ہو گئی تھی کہ ان سے ملے بغیر اسے کسی پل چین نہیں آ رہا تھا۔ پانچویں دن بھی وہ ... نظر نہ آئے تو وہ خود کو روک نہیں پائی اور چلتی ہوئی اسی سڑک پر مڑ گئی جس پر وہ روز مڑا کرتے تھے۔ انہوں نے اسے اشارے سے دکھا کر بتایا تھا کہ کارنر سے پانچواں مکان ان کا ہے۔ وہ دل ہی دل میں ان کی خیر و عافیت کی دعائیں مانگتی پانچویں مکان کے سامنے پہنچ گئی۔ ان کا گھر بھی ان کی شخصیت کی طرح عالیشان تھا۔ گو وہاں تمام ہی مکانات اچھے بنے ہوئے تھے۔ ڈیفنس جیسے پوش علاقے کا وہ وی۔ آئی۔ پی فیز تھا۔ لیکن ان کا گھر باقی گھروں کے مقابلے میں بہت خوب صورت تھا۔ گیٹ پر موجود چوکیدار سے وہ ابھی ان کے بارے میں پوچھنے ہی والی تھی کہ اندر سے ایک گاڑی بڑی تیز رفتاری سے گیٹ کے پاس آ کر ہارن بجانے لگی۔ چوکیدار نے اسے چھوڑ کر جلدی سے آگے بڑھ کر گیٹ کھول دیا۔ اتنی دیر میں وہ نیم پلیٹ پر جلی حروف میں لکھا ”سید مبشر لودھی“ پڑھ کر کنفرم کر چکی تھی کہ وہ درست جگہ پہنچی ہے۔

گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تو اس نے اس امید پر گاڑی کی طرف بغور دیکھا کہ شاید وہ اس میں موجود ہوں مگر اندر موجود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بندے کو دیکھ کر اس کی امید مایوسی میں بدل گئی۔ وہ جو تیز رفتاری سے گاڑی آگے بڑھانا چاہتا تھا اپنے گیٹ پر کھڑی ایک انجان لڑکی کو دیکھ کر رک گیا جو دیکھ بھی اس کی طرف رہی تھی۔ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی وہ اس سے بولا۔

”فرمائیے آپ کو کس سے ملنا ہے؟“

”انکل ہیں گھر پر؟“ اس کی بات پر وہ ایک لمحے کو حیران ہوا تو وہ فوراً ہی اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے بولی۔

”مجھے مبشر انکل سے ملنا ہے۔“

”ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں۔“ وہ ایک سرسری سی نگاہ اس کے چہرے پر ڈال کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا تو وہ بے ساختہ دو قدم آگے بڑھ کر اس کی گاڑی کے بالکل پاس آ کر کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔

”کیا ہو گیا ہے انہیں؟“

”کچھ ہارٹ ٹربل ہو گئی ہے اس وجہ سے ہوسپٹلائز کرنا پڑا ہے۔“ اب کے لہجہ بڑا بے زار اور کوفت زدہ تھا۔ وہ شاید کہیں جانے کی جلدی میں تھا اور یہ بلاوجہ کی انکوائری اسے پسند نہیں آ رہی تھی اسی لیے چہرے پر بڑے ہی بے مروت سے تاثرات نظر آ رہے تھے جیسے وہ کہنا چاہتا ہو کہ ”بی بی مجھے معاف کرو اور ذرا جلدی میرا پیچھا چھوڑو۔“

اس کے بے زار سے انداز کو دیکھنے کے باوجود وہ دوبارہ بول پڑی۔

”کس ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں؟“ اسے ہاسپٹل کا نام بتا کر وہ تمام تر مروت بالائے طاق رکھتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا گیا تو وہ بھی تھکے تھکے قدموں سے چلتی واپس اپنے گھر آ گئی۔

کچھ لوگوں کے ساتھ آپ تمام عمر گزار دیں مگر آپ کے اور ان کے درمیان کوئی جذباتی وابستگی اور ہم

UrduPhoto.com

آہنگی پیدا نہیں ہو پاتی اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایک پل ہی میں اپنے بن جاتے ہیں۔ جن سے ایک بار مل کر بار بار ملنے کو دل چاہنے لگتا ہے۔ جن سے کوئی رشتہ نہ ہونے کے باوجود بھی ایک اپنائیت سی محسوس ہوتی ہے۔ کچھ اسی قسم کا تعلق جڑ گیا تھا اس کا سید بشیر لودھی کے ساتھ۔ وہ جو اس کے کچھ بھی نہیں لگتے تھے اور جنہیں وہ چار ماہ پہلے تک جانتی بھی نہیں تھی آج ان کی علالت کا سن کر بیقرار ہو گئی تھی۔

گھر آ کر اس نے ہاسپٹل فون کر کے وہاں کے ملاقات کے ٹائم کے بارے میں معلوم کیا تو پتا چلا تھا کہ صبح آٹھ سے دس اور شام پانچ سے سات بجے تک ملنے کے اوقات مقرر ہیں۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر پہنچ جائے اور ان کو دیکھ کر اپنے دل کی تسلی کر سکے۔ مگر ان سے ملنا اب کل سے پہلے ممکن نہ تھا اس لیے وہ اپنے بے چین دل کو بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ابھی اس نے اپنوں کی بے اعتنائیاں سہی تھیں رشتے ناتوں پر سے اس کا اعتبار اٹھ گیا تھا اور انہوں نے اپنے خلوص اور محبت سے اسے دوبارہ زندگی کی طرف لانے کی کوشش کی تھی اور وہ کسی حد تک بہل بھی گئی تھی کہ ان کی بیماری اسے انجانے وسوسوں میں مبتلا کرنے لگی۔ اس شخص کو وہ کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی تھی۔

ابھی تو وہ انہیں اپنے بارے میں کچھ بتا بھی نہیں پائی تھی۔ ابھی تو اسے ان سے ڈھیر ساری باتیں کرنی تھیں اپنے دل کا تمام بوجھ ان کے سامنے ہلکا کرنا تھا۔ ابھی تو اس نے انہیں یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ ان سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے۔ ابھی تو وہ ان کے ہونے کو ڈھنگ سے محسوس بھی نہیں کر پائی تھی کہ جدائی کا' بچھڑ جانے کا عفریت اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔

اس رات وہ اپنے رب کے حضور رو رو کر اور گڑگڑا گڑگڑا کر اپنے اس محسن اور پیارے سے انسان کے لیے دعائیں مانگتی رہی تھی۔

صبح وہ جلدی جلدی دو چار لقمے نگل کر اور اسکول فون کر کے کہ وہ آج نہیں آسکے گی ہاسپٹل چلی آئی دل ہی دل میں دعائیں مانگتی کہ سب خیر ہو' وہ بالکل ٹھیک ہوں۔ اپنے معمول کے مطابق ہنستے مسکراتے قہقہے بکھیرتے ہوئے ہوں وہ ریسپشن سے روم معلوم کر کے اپنے مطلوبہ کمرے کے سامنے پہنچ گئی سب سے پہلی تسلی تو اسی بات سے ہو گئی تھی کہ وہ آئی سی یو میں نہیں تھے۔ یعنی خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر اس نے اندر سے "ویلکم ان" کی آواز سنی تو دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ وہ بیڈ پر تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے بیڈ کے دائیں طرف کرسی پر بیٹھا وہ شاید انہیں ناشتا کروا رہا تھا۔ دروازے پر دستک ہونے پر وہ دونوں ہی سر گھما کر نووارد کو دیکھنے لگے تھے۔ اس پر نظر پڑتے ہی ان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔

"لو میری بیٹی آ گئی ہے۔ اسے کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہوتا ہے میں کل سے تمہیں بہت یاد کر رہا تھا۔" انہیں ہشاش بشاش باتیں کرتا دیکھ کر اس کی کب سے بے ترتیب دھڑکنیں معمول پر آ گئی تھیں۔

"السلام و علیکم کیسے ہیں آپ۔" وہاں موجود اس بندے کی وجہ سے وہ کھڑی ہوئی فارمل انداز میں ان کی خیریت پوچھنے لگی ورنہ دل تو اس کا یہ چاہ رہا تھا کہ ان کے سینے میں منہ چھپا کر بہت سا روئے اور کہے۔

"اب دوبارہ کبھی بیمار مت ہوئیے گا۔"

"وعلیکم اسلام۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ان لوگوں کو تو شوق ہے مجھے بیمار بنا کر بستر پر ڈالنے کا۔" وہ اپنے برابر بیٹھے بندے کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

"تم کھڑی کیوں ہو بیٹھو ناں۔" وہ پر تکلف انداز میں سامنے موجود صوفے پر بیٹھنے لگی تو وہ ٹوکتے ہوئے بولے۔

"وہاں اتنی دور کیوں بیٹھ رہی ہو۔ یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔" وہ اپنے بیڈ پر اس کے لیے جگہ بنانے لگے تو وہ کچھ جھجکتی ہوئی ان کے بائیں طرف ذرا سمٹ کر بیٹھ گئی۔ وہ شاید اس کے آنے سے بہت ہی خوش ہوئے تھے اسی لیے بڑی گرم جوشی سے اس

UrduPhoto.com

کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولے۔

"اویس یہ اجالا ہے۔ میں نے تم سے ذکر کیا تھا ناں کہ پارک میں میری ایک بہت ہی پیاری سی دوست بنی ہے' وہ یہی ہے۔"

وہ اس کے بالکل سامنے بیٹھے شخص سے مخاطب ہوئے تھے۔ جو اتنی دیر سے اپنے پاپا جانی کے لیے باعث مسرت بن جانے والی اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ اسے دھیان آیا تھا کہ کل جب وہ ہاسپٹل جانے کی جلدی میں گھر سے نکل رہا تھا تو یہی لڑکی گیٹ پر کھڑی تھی۔ اس وقت اسے ہاسپٹل پہنچ کر پاپا جانی کے معالج ڈاکٹر ثروت حسین بخاری سے ملنا تھا۔ اس لیے وہ بڑی بے مروتی سے اس سے ڈھنگ سے بات کیے بغیر چلا گیا تھا۔ عام حالات میں وہ اس بات کی مطلق پروا نہیں کرتا تھا کہ کوئی اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔ اگر کوئی اسے مغرور اور گھمنڈی سمجھتا تھا تو اس کے بلا سے۔ وہ نہ ہر کسی سے بے تکلف ہوتا تھا نہ ہر ایک کو خود سے بے تکلف ہونے کی اجازت دیتا تھا۔ اس کے انہیں رویوں کی بدولت وہ اپنے حلقے میں مغرور مشہور تھا۔ لڑکیاں بالخصوص اس کے مغرورانہ انداز پر بڑا چڑا کرتی تھیں مگر یہاں مسئلہ اس لڑکی کا تھا جو اس کے پیارے پاپا جانی کو پیاری تھی اس لیے اسے اپنے کل کے رویے پر افسوس سا ہو رہا تھا۔

"ہیلو کیسی ہیں آپ؟" اپنی عادت کے برخلاف وہ بڑی خوش اخلاقی سے مسکرا کر اس سے مخاطب ہوا۔ شاید کل کے رویے کا ازالہ کرنا مقصود تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ ایک سرسری سی نظر اس پر ڈال کر بولی۔ وہ ان سے اتنی بے تکلفی سے باتیں کیا کرتی تھی مگر اس وقت اس کی موجودگی کے سبب کچھ ریزروی ہو کر بیٹھی ہوئی تھی۔

"پتا ہے اویس یہ اجالا بڑی زبردست آرٹسٹ ہے۔ اس کے ہاتھ کے بنے اسکیچز دیکھو تو حیران رہ جاؤ۔ مجھ سے تو اس نے وعدہ کر رکھا ہے کہ یہ میرا ایک شاندار سا پورٹریٹ بنائے گی۔"

وہ شاید اس کی جھجک محسوس کر گئے تھے اسی لیے ماحول میں بے تکلفی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان کی اس تعریف سے وہ بری طرح شرمندہ ہو گئی تھی جبکہ وہ مسکرا کر بولا۔

"یہ آپ کا شوق ہے یا پروفیشن؟" اس کے جواب دینے سے پہلے وہ دوبارہ بول اٹھے۔

"بھئی اس نے فائن آرٹس میں گریجویشن کر رکھا ہے اور بہت پروفیشنل قسم کی جینئس سی ٹیچر ہے یہ آرٹ اسکول میں پڑھاتی ہے خیر سے میری بیٹی۔"

انہیں شاید دوسروں کی تعریفیں کر کے انہیں آسمان پر چڑھانے میں بہت مزہ آتا تھا اس لیے دل کھول کر اس کی تعریف کر رہے تھے جبکہ وہ سرخ چہرے کے ساتھ کچھ شرمندہ سی بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے اپنے بارے میں بات ہونا چاہے وہ تعریف ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ ہی کچھ پریشان سا کر دیا کرتی تھی۔ انہیں اچانک ایک خیال آیا تو بولے۔

"تمہیں میرے یہاں ایڈمٹ ہونے کا کیسے پتا چلا [illegible] اس سوال کے لیے اس کی نظریں سامنے بیٹھے شخص کی طرف اٹھی تھیں پھر وہ پرسکون انداز میں بولی تھی۔

"میں آپ کے گھر گئی تھی وہیں سے پتا چلا تھا۔"

اویس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا شاید وہ اس کے چہرے پر موجود تاثرات سے کچھ اندازہ لگانا چاہتا تھا۔

"اچھا تو تم گھر گئی تھیں۔ یعنی یہ کہ تم نے مجھے مس کیا تھا۔" وہ مسکرا کر بولے تو اس نے گردن ہلانے پر اکتفا کیا۔

"پاپا جانی باتیں اپنی جگہ۔ لیکن آپ پلیز ناشتا تو کریں۔" وہ دودھ کا گلاس ان کی طرف بڑھاتا ہوا بولا تو وہ بڑی بے دلی سے گلاس ہاتھوں میں لے کر بیٹھ گئے۔ انہیں ٹھیک ٹھاک دیکھ کر اس کے دل کی تسلی ہو گئی تھی اس لیے اب اسے اپنا یہاں مزید رکنا بڑا بے محل محسوس ہو رہا تھا۔ ان دادا پوتے کی پرائیوسی میں مداخلت اسے اچھی نہیں لگ رہی تھی اس لیے اپنا سائڈ میں رکھا ہوا بیگ کندھے پر ڈالتے ہوئے بولی۔

UrduPhoto.com

"اچھا انکل میں چلتی ہوں۔"

"اتنی جلدی ابھی کچھ دیر تو اور رکو۔" وہ بڑی بے ساختگی میں اس کا ہاتھ تھام کر بولے تو وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولی۔

"مجھے کچھ کام ہے۔ میں انشاء اللہ کل پھر آؤں گی۔" وہ ان دونوں کی گفتگو سے بے نیاز اخبار اٹھا کر پڑھنے لگا تھا۔ اس کی معذرت کے جواب میں مجبوراً انہوں نے اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے اسے جانے کی اجازت دی تو وہ کھڑی ہو گئی۔

"تم جاؤ گی کیسے؟" ان کی فکر مندی پر وہ مسکرا کر رہ گئی۔

"میں اپنی گاڑی میں آئی ہوں۔ جانے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"اچھا خدا حافظ۔" اس کی بات پر انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولے۔

"بہت اچھا لگا تمہارا آنا بہت شکریہ۔" وہ ان کے شکریہ کے جواب [illegible] سامنے موجود اس اخبار کے پیچھے چھپی شخصیت کی موجودگی اسے کھل کر کچھ کہنے نہیں دے رہی تھی اس لیے خاموشی پر اکتفا کرتے وہ دروازے کی طرف بڑھی۔ اسے دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ ایک دم اخبار رکھ کر کھڑا ہو گیا اور دروازے کے باہر تک اس کے ساتھ آتا ہوا بولا۔

"خدا حافظ۔" وہ حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو کل ایک اکھڑ اور بد دماغ سا شخص محسوس ہوا تھا اور آج اتنا باادب اور مہمان نواز اپنی حیرت کو چھپاتی وہ اسے خدا حافظ کہتی کوریڈور میں آگے بڑھ گئی تھی۔

اگلے روز وہ ان سے ملنے شام کے وقت آئی تھی اور یہ دیکھ کر اسے بہت خوشی ہوئی تھی کہ وہ اکیلے تھے۔ انہوں نے بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا تھا۔ کل کی نسبت وہ آج ان سے کافی دیر تک باتیں کرتی رہی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں بس یہ اویس کو وہم ہو گیا ہے کہ وہ بیمار ہو گئے ہیں۔

"بالکل پاگل ہے یہ اویس ذرا سا بی پی کیا ہائی ہوا اس نے تہلکہ مچادیا جیسے میں کتنا خطرناک بیمار ہو گیا ہوں اصل میں مجھ سے محبت بھی تو بہت کرتا ہے ناں شاید اس لیے میرے لیے اتنی فکر کرتا ہے۔ اتنے دنوں سے میرے ساتھ لگا بیٹھا ہے۔ اس وقت بھی میں نے زبردستی گھر بھیجا ہے کہ جا کر تھوڑی دیر آرام کر کے آؤ۔ حالانکہ میں نے کتنا سمجھایا ہے کہ بچے اتنی جلدی اوپر جانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ابھی تو مجھے تمہارے بچوں کی بھی شادیاں کروانی ہیں۔" وہ اپنی عادت کے مطابق ہنسنے ہنسانے میں مصروف تھے۔ حالانکہ ان کے چہرے ہی سے کمزوری اور بیماری ظاہر ہو رہی تھی مگر شاید انہیں اپنی تکلیفوں کا اشتہار لگوانا پسند نہیں تھا اسی لیے خود کو ہشاش بشاش ظاہر کر رہے تھے۔ اس روز وہ ایک گھنٹہ ان کے پاس بیٹھی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ صحت یہاں سے ڈسچارج ہونے کا پروگرام بنا چکے ہیں اس لیے شاید وہ کل گھر چلے جائیں۔

[illegible] وہ [illegible] گھر پر بھی کر سکتا ہوں۔" وہ [illegible] انداز میں بولے۔

اگلے روز اس ادھیڑ بن میں مصروف وہ فیصلہ ہی نہیں کر پائی کہ ان سے ملنے جائے یا نہ جائے۔ پتا ہی نہیں چل رہا تھا کہ وہ ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو گئے ہیں یا نہیں۔ وہ دن تو یونہی گزر گیا۔ اس سے اگلے دن جمعہ تھا۔ اسی لیے وہ اسکول کی چھٹی جلدی ہونے پر گھر واپس آ رہی تھی۔ گاڑی گھر کی طرف موڑتے اسے خیال آیا کیوں نہ ان کے گھر پر معلوم کر لیا جائے کہ وہ واپس آ گئے ہیں یا نہیں۔ اس سوچ کے ذہن میں آنے کی دیر تھی کہ وہ فوراً گاڑی ان کی گلی میں موڑ گئی۔ ان کے گیٹ کے سامنے گاڑی روک کر اس نے چوکیدار سے ان کی موجودگی کی بابت دریافت کیا اور جواب اثبات میں آیا تو اس سے کہا۔

"اندر جا کر انکل کو بتا دیں گے اجالا ملنے آئی ہے۔"

چوکیدار نے وہاں سے گزرتے کسی ملازم کے ہاتھ پیغام بھجوا دیا اور اس سے بولا۔

UrduPhoto.com

"آپ اندر تشریف لے جائیے۔" اس کی بات پر وہ گیٹ سے اندر داخل ہو گئی اور بغور ارد گرد کا جائزہ لینے لگی۔ لان میں موجود پودوں کی بہتات سے وہ ابھی اچھی طرح لطف اندوز بھی نہیں ہو پائی تھی کہ ملازم بھاگتا دوڑتا اس طرف آیا اور اس سے بولا۔

"آپ جلدی سے اندر چلیں وہ اتنے ناراض ہو رہے ہیں کہ آپ کو باہر کیوں کھڑا کیا ہوا ہے۔" اسی ملازم کی ہمراہی میں وہ گھر کے مختلف حصوں سے گزرتی آخر کار لاؤنج میں سے اوپر جاتی سیڑھیوں پر چڑھتی ایک کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ شاید اب خود ہی کمرے سے باہر نکلنے والے تھے اسی لیے کھڑے ہوئے نظر آئے اسے دیکھ کر ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آؤ بیٹا بیٹھو۔" اسے بٹھا کر وہ ملازم کی طرف متوجہ ہوئے۔

"صرف نام کے اخلاق ہو ورنہ اخلاق اور تمیز چھو کر بھی نہیں [illegible] بتا [illegible] اتنی دھوپ میں بچی کو باہر کھڑا کیا ہوا [illegible]" [illegible] کھانا [illegible] باہر جانے لگا تو وہ فوراً بولے۔

"میری بیٹی پہلی دفعہ میرے گھر آئی ہے۔ بڑی اچھی سی خاطر تواضع ہونی چاہیے۔" وہ انہیں منع کرنا چاہتی تھی کہ وہ صرف کھڑے کھڑے ان کی خیریت دریافت کرنے آئی ہے مگر وہ کچھ سننے کے موڈ میں ہی نہیں تھے۔ اس نے جانے کے لیے زیادہ زور دیا تو بولے۔

"کیا گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گے؟ اگر ایسی بات ہے تو یہاں سے فون کر کے بتا دو کہ تم میرے پاس ہو اور اب میرے ساتھ لنچ کر کے ہی جاؤ گی۔"

"میرے لیے کوئی پریشان نہیں ہوتا۔ میں اگر سارا دن بھی گھر سے غائب رہوں تو کسی کو قطعاً کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

وہ پہلی مرتبہ اپنی ذات کے حوالے سے ان سے بولی تھی۔ انہوں نے اس کی بات کے جواب میں کچھ بھی نہیں کہا صرف ایک گہری نظر اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے بولے۔

"پھر تو فکر کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ آرام سے بیٹھو۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ تم اسکول سے سیدھی یہیں آ رہی ہو ایسا کرو منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جاؤ۔"

انہوں نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ کیے بغیر اتنے آرام سے موضوع بدل دیا کہ وہ حیران رہ گئی۔ وہ جتنا پر تکلف ہونے کی کوشش کر رہی تھی وہ اسے اتنا ہی گھر کا فرد بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ وہیں ان کے باتھ روم میں منہ ہاتھ دھو کر اس نے ان کے ساتھ ان کے کمرے میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ وہ اسے اصرار کر کے مختلف چیزیں کھلا رہے تھے۔

"یہ بریانی لو، یہ چکن لو۔ اچھا سوئٹ ڈش تھوڑی اور لے لو۔" ان کے اتنے اصرار پر مجبور ہو کر اسے اپنی روٹین سے ہٹ کر کچھ زیادہ ہی کھانا پڑ گیا۔ وہ خود پرہیزی کھانا کھا رہے تھے۔

کھانے کے بعد چائے پیتے ہوئے انہوں نے آپس میں [illegible] ساری [illegible] باتیں کیں [illegible] گھنٹے ان کے ساتھ [illegible] جب وہ واپس جانے لگی تو وہ اس سے کہنے لگے۔

"میں تو اس بیڈ ریسٹ کے ہاتھوں تنگ ہوں۔ اور یں ہاسپٹل سے [illegible] صرف اس شرط پر راضی ہوا تھا کہ میں گھر پر مکمل آرام کروں گا۔ اسی لیے آج کل پارک جانے پر بھی پابندی عائد ہے۔ بیٹا تم آئی ہو تو بہت اچھا لگا ہے۔ کیا تم کل بھی آؤ گی؟"

وہ شاید تنہائی سے بری طرح گھبرا گئے تھے۔ اس نے بے اختیار ہامی بھر لی تھی اور وہ بہت خوش ہو گئے تھے۔

اگلے روز بھی وہ اسکول سے سیدھی یہیں آ گئی تھی۔ کل کی ڈانٹ پھٹکار کی وجہ سے اخلاق صاحب سچ مچ کے با اخلاق انسان بن گئے تھے اور اسے دیکھ کر مسکرا کر بولے تھے۔

"صاحب اپنے کمرے میں ہیں آپ وہیں چلی جائیں۔" صاحب کے التفات سے اتنی بات تو وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ اس لڑکی کی کیا حیثیت اور مرتبہ ہے۔

UrduPhoto.com

سیڑھیاں چڑھتی وہ اوپر پہنچی اور ان کے کمرے کی طرف جانے کے لیے کوریڈور میں آگے بڑھی تب ہی اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اویس باہر نکلا۔ اسے اتنے آزادانہ اور مالکانہ انداز میں کوریڈور میں پھرتے دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رک گیا تھا جبکہ وہ اس کو سامنے پا کر کچھ شرمندہ سی ہو گئی تھی۔ اس نے خود ہی اپنے طور پر سمجھ لیا تھا کہ وہ کل کی طرح آج بھی گھر پر نہیں ہو گا۔ لیکن یہ اس کا گھر تھا اور وہ یہاں کہیں بھی اور کسی بھی وقت پایا جا سکتا تھا۔ اپنی بے تکلفی پر کچھ شرمسار سی ہوتی وہ بے اختیار رک گئی تھی۔

"السلام علیکم کیسی ہیں آپ۔" وہ اتنے عام سے انداز میں اس سے سلام دعا کرنے لگا جیسے یہاں آنا اس کے معمولات میں شامل تھا۔

"وعلیکم السلام۔" اس کے منہ سے آواز بھی بڑی مری مری سی نکلی تھی۔ وہ ایک آدھ سیکنڈ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔

"پاپا جانی اپنے روم میں ہیں، سامنے کی ان کا ہے۔" اس ... فوراً" اسی طرف بڑھ گئی۔ وہ شاید کہیں جا رہا تھا اس لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

اسے دیکھ کر وہ حسب معمول بہت خوش ہوئے تھے۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ان کے پاس گزار کر وہ واپس گھر آ گئی تھی۔ اگلے دن سے اس کے اسکول میں چھٹیاں شروع ہو رہی تھیں اس لیے اس کا صبح کا ٹائم بھی فارغ ہو گیا تھا۔ صبح ناشتے اور دیگر کاموں سے فارغ ہو کر وہ ان کے گھر چلی آئی۔ صبح کے دس بج رہے تھے اور اس کا خیال تھا کہ وہ گھر پر اکیلے ہی ہوں گے۔ وہاں پہنچ کر اس کے اس خیال کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔ سہ پہر تک وہ ان کے پاس رکی تھی۔ اس دوران انہوں نے اسے اپنی اسٹڈی بھی دکھائی تھی۔ وہاں موجود کتابوں کا ذخیرہ دیکھ کر وہ انگشت بدنداں رہ گئی تھی۔ وہاں ایک سے ایک نادر اور نایاب کتابیں موجود تھیں۔ اس نے وہیں اسٹڈی میں بیٹھ کر انہیں ان کی من پسند کتاب پڑھ کر سنائی تھی۔ وہ فلور کشن پر گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور بڑے غور و فکر سے اسے سن رہے تھے۔ ان کے اصرار پر اس نے دوپہر کا کھانا ان کے ساتھ کھایا تھا۔ اس دوران تین چار مرتبہ اویس نے فون کر کے ان کی طبیعت پوچھی تھی۔ وہ اپنے لیے اس کی بے قراری پر مسکراتے ہوئے اسے تسلی دیتے رہے تھے کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ پھر اس طرح روز ان کے پاس آنا جیسے ایک معمول سا بن گیا تھا۔

اتوار کے دن کے علاوہ وہ روزانہ صبح دس ساڑھے دس بجے ان کے پاس چلی آتی تھی۔ اس دوران اس کا کبھی بھی اویس سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ البتہ اس کی موجودگی میں اس کا فون بہت مرتبہ آتا تھا۔ اسے اس طرح ان کے پاس آتے ایک ہفتہ ہو گیا تھا اس روز بھی وہ ان کے گھر آئی ہوئی تھی۔ ادھر ادھر کے مختلف موضوعات پر باتیں کرتے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اخلاق ان کے لیے ناشتے کے ٹرے سجائے چلا آیا۔

... اور ... "جی پاپا صبح میں نے دودھ ... آپ یہ ناشتے کی کیا تک بنتی ہے۔" وہ بڑی عاجزی اور خوشامدانہ انداز میں ٹرے ان کے سامنے رکھتا ہوا بولا۔

"اویس بھائی کا چار بار فون آ چکا ہے کہ پاپا جانی نے ناشتا کیا یا نہیں۔ اگر آپ نے ابھی بھی ناشتا نہیں کیا تو وہ مجھ پر بہت ناراض ہوں گے۔"

"ایک تو اس لڑکے نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ زبردستی اوٹ پٹانگ چیزیں کھلائے چلا جاتا ہے۔ صبح بھی مجھ سے ناراض ہو کر گیا تھا کہ میں اس کے سامنے ناشتا کیوں نہیں کر رہا۔" وہ بڑی بے زاری اور ناراضی سے بول رہے تھے۔

"انکل وہ ٹھیک تو کہتے ہیں۔ آپ کو اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے۔ تھوڑا سا چکھ لیں۔ پلیز میری خاطر۔" ان کا دیا مان اور محبت اس سے ایسے جملے بلوا گیا تھا جو اس نے اس سے پہلے کبھی کسی سے نہ کہے تھے۔

"یہ پھیکے ... بدمزہ کھانے تو میں کسی کی خاطر بھی

UrduPhoto.com

نہیں کھا سکتا۔ تنگ آگیا ہوں میں یہ بدذائقہ اور پرہیزی چیزیں کھا کھا کر۔" وہ کسی چھوٹے سے بچے کی طرح روٹھے ہوئے انداز میں بولے تو وہ مسکرا دی اور بولی۔

"اچھا آپ مجھے بتائیں آپ کا کیا کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔ میں آپ کی پسند کے مطابق کھانا بنا کر لاؤں گی۔" وہ انہیں کسی بچے کی طرح ڈیل کرنے لگی تو وہ کچھ حیرانی سے بولے۔

"تم بناؤ گی؟"

"جی میں بناؤں گی۔ آپ نے کیا مجھے بالکل ہی پھوہڑ اور بدسلیقہ سمجھ لیا ہے۔ جلدی بتائیں کیا بناؤں۔" وہ کھڑی ہو گئی تھی جیسے اب یہ مہم وہ سر کر کے ہی رہے گی۔

"مجھے ارہر کی دال چاول اچار کے ساتھ کھانا ہیں۔ خوب مرچوں والی دال جس پر اصلی گھی کا بگھار لگا ہوا ہو۔" وہ منہ میں پانی بھرتے ہوئے بولے۔

"اور بعد میں [illegible] کھا کر [illegible] پاپا جانی کو اصلی گھی اور اچار [illegible] کھلانا ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تو وہ بھی مسکرا دیے اور کہنے لگے۔

"چلو اصلی گھی نہ سہی کورن آئل کا بگھار بھی چلے گا۔" اخلاق چپ چاپ کھڑا ان کے مذاکرات سے محظوظ ہو رہا تھا۔ انہیں تھوڑی دیر انتظار کرنے کا کہہ کر وہ اخلاق کے ساتھ ہی کچن میں آ گئی۔ وہاں موجود خانساماں نے اسے حیران ہو کر دیکھا تھا۔ گزشتہ چند روز سے گھر میں پابندی سے آتی اس لڑکی کا صاحب سے کیا رشتہ ہے یہ بات وہاں کے تمام ملازمین کے لیے سوالیہ نشان تھی۔ یہ گھر جس میں کسی عورت کا کوئی وجود نہ تھا۔ یہاں تک کہ ملازم بھی سارے مرد ہی تھے وہاں انہوں نے پہلی مرتبہ کسی لڑکی کو آتے دیکھا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے یہاں صرف بطور مہمان تھوڑی بہت دیر کو ہی خواتین یا لڑکیاں آتے دیکھی گئی تھیں۔ اخلاق اسے وہاں چھوڑ کر چلا گیا تھا اور وہ خانساماں سے چیزوں کے بارے میں پوچھتی جلدی جلدی ہاتھ چلانے میں مصروف تھی۔ دال چڑھ گئی اور چاول اس نے چن لیے تو سوچا کہ اس کے پکنے میں تو تھوڑی دیر لگے گی جبکہ وہ بھوکے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس خیال کے آتے پر وہ سوچنے لگی کہ انہیں کیا دے۔ کافی دیر غور کرنے کے بعد اس نے ان کے لیے گریپ فروٹ کا جوس نکالنے کا سوچا۔ وہ سٹرس پریس میں گریپ فروٹ کا جوس نکال رہی تھی جب اسے لاؤنج سے آتی آواز سنائی دی جو یقیناً اویس کی تھی وہ اخلاق سے کہہ رہا تھا۔

"پاپا جانی نے کچھ کھایا؟" وہ ایک دم گھبرا گئی تھی۔ پتا نہیں اس کی اپنے گھر میں اتنی بے تکلف آمد کو وہ پسند بھی کرتا تھا یا نہیں۔ اس شخص کے چہرے پر موجود تاثرات سے وہ کبھی بھی نہیں جان پائی تھی کہ وہ اس کے لیے کس انداز سے سوچتا ہے۔ لیکن اسے لگتا تھا کہ وہ شاید اسے ناپسند ہی کرتا ہے۔

اخلاق سے کچھ کہتا وہ کچن کی طرف آ گیا تھا۔

"شاہد! پاپا جانی کے لیے کھانا نکالو میں۔۔۔" وہ [illegible] انداز میں بولتا ہوا کچن کے دروازے میں آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے حیرانی سے دیکھنے لگا تھا۔ شاید اتنا بے تکلف مہمان اس نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ہی دیکھا تھا۔ ایک لمحے کو تو اسے ایسا لگا کہ یہ گھر اجالا کا ہے وہ یہاں مہمان ہے۔ وہ اتنے استحقاق سے کچن میں ٹیبل کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔

"اسلام علیکم۔" وہ اپنے آپ بھی بڑا عجیب سا محسوس کر رہی تھی۔ مگر بہرحال اس نے سلام کرنے میں پہل کر دی تھی۔

"وعلیکم اسلام۔" اس کے چہرے پر پھیلی شرمندگی دیکھ کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ وہ شاید توقع نہیں کر رہی تھی کہ وہ اس وقت بھی گھر آ سکتا ہے اور اب اسے سامنے پا کر وہ بڑا گلٹی فیل کر رہی تھی۔

"خیریت سے ہیں آپ؟" وہ اس کی شرمندگی نظر انداز کر کے بڑے عام سے انداز میں بولا تو اس نے گرما بلا کر اپنی خیریت سے آگاہ کر دیا تھا۔

UrduPhoto.com

اسے مزید شرمندگی سے بچانے کے لیے وہ وہاں سے پلٹ گیا تھا۔ اس کے جاتے ہی اجالا نے کب سے اٹکی ہوئی سانس بحال کی تھی۔ ہارٹ بیٹ کو نارمل کرتی وہ جگ اور گلاس ٹرے میں رکھ کر ان کے کمرے کی طرف چلی آئی۔ اس کا ارادہ تھا کہ انہیں جوس پلا کر وہ فوراً گھر سدھارے گی۔ بغیر دروازہ ناک کیے وہ آرام سے اندر داخل ہوئی تو وہ بیڈ پر ان کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔

"کیا میری قسمت میں ہمیشہ ہی اس شخص کے سامنے شرمندہ ہونا لکھا گیا ہے۔ کیا سوچ رہا ہوگا وہ کہ میں کتنی ال مینرڈ اور ان کلچرڈ لڑکی ہوں۔" وہ اپنے بے ڈھنگے پن کو کوس کر رہ گئی تھی۔ وہ دونوں آپس میں کوئی بات کر رہے تھے۔ اسے ایک دم اندر آتا دیکھ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"لگتا ہے تم بھی دشمنوں کے کیمپ میں شامل ہو گئی ہو۔" وہ اس کے ہاتھ میں پکڑی ٹرے دیکھ کر ناراضی سے بولے تو وہ اچھا خاصا چونک اٹھا۔

"یہ دشمنوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"نہیں کوئی تم سے [illegible] بھلا میری بیٹی کو بھی پتا نہیں کیا پٹیاں پڑھائی ہیں کہ گھنٹے بھر سے کچن میں جتی ہوئی تھی۔" وہ اس تمام گفتگو [illegible] کے سامنے ٹرے رکھ کر [illegible] بیٹھ گئی۔

"اور وہ دال چاول کیا ہوئے؟" انہوں نے برا سا منہ بنا کر اس سے دریافت کیا۔

"وہ ابھی پک رہے ہیں۔ تھوڑی دیر اور لگے گی۔" اسے سامنے پا کر وہ بڑے رکھے سے انداز میں انہیں جواب دے کر اپنے ہاتھوں پر نظریں جما کر بیٹھ گئی۔ اگر وہ یہاں نہ ہوتا تو وہ خود اپنے ہاتھوں سے انہیں جوس پلاتی۔

"صرف تمہاری وجہ سے یہ پی رہا ہوں۔ ورنہ دنیا کی کوئی طاقت مجھے مجبور نہیں کر سکتی تھی۔" وہ خفا خفا سے انداز میں بولتے گلاس میں جوس ڈال کر گھونٹ گھونٹ پینے لگے۔ وہ اس جادو اثر لڑکی کو دیکھ کر رہ گیا تھا جو اتنے آرام سے وہ کام سرانجام دے گئی تھی جسے کرنے میں وہ صبح سے ناکام تھا۔

"آپ کو یاد ہے ناں آج ڈاکٹر بخاری سے اپائنٹمنٹ ہے۔ میں اپنے کمرے میں ہوں آپ تیار ہو جائیں تو مجھے بلوا لیجئے گا۔" انہوں نے خالی گلاس ٹرے میں رکھتے بے توجہی سے اس کی بات سنی تھی جبکہ وہ کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی جانے کے لیے تیار بیٹھی تھی اب جو ان کے جانے کا سنا تو اس کے کمرے سے نکلتے ہی خود بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ حالانکہ اسے مزید رکنے کے لیے مجبور کر رہے تھے مگر اس نے سہولت سے معذرت کر لی تھی۔ جانے سے پہلے دال بگھار کر اور شاہد کو بتا کر کہ انکل کو تھوڑی دیر بعد دال چاول کھلا دینا وہاں سے چلی آئی تھی۔

اگلے دو روز وہ ان سے ملنے نہیں آئی اور صرف فون کر کے ہی ان سے بات چیت کر لی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کا انتظار کر رہے ہوں گے وہ خود بھی تو ان سے ملنے اور باتیں کرنے کی اتنی عادی ہو گئی تھی کہ ان سے ملے بغیر وہ ایک دن بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ وہاں موجود وہ بندہ مغرور اور اکھڑ سا بندہ اس کے وہاں جانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ وہ شاید اسے [illegible] کچھ کہتا تو نہیں تھا [illegible] تھا کہ وہ ایک غیر اور انجان لڑکی کا اتنے بے تکلفانہ انداز میں اپنے گھر آنا پسند نہیں کرتا۔ اور کسی کے گھر ناپسندیدہ اور زبردستی کا بن بلایا مہمان بن کر جانا اسے بڑا کوڑا سا لگ رہا تھا اور جو کسی روز وہ تمام تر لحاظ اور مروت ایک طرف رکھ کر اس سے کہہ دے کہ محترمہ آپ ہمارا پیچھا چھوڑ نہیں سکتیں تو وہ تو شرم اور غیرت کے مارے شاید مر ہی جائے۔

مگر تیسرے ہی دن وہ اپنے عہد سے پھر گئی کہ اب وہاں نہیں جانا اور دوبارہ سے ان کے گھر جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔ اسے پتا تھا کہ ان دنوں وہ اپنی بیماری کے ہاتھوں تنگ آ کر بڑے ڈپریس سے رہنے لگے تھے اور ان کی اداسی وہ ہرگز بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے بڑے پیار سے اور دل سے ان کے

لیے بہت کم مسالے اور ہلکا سا نمک ڈال کر حلیم بنایا۔ ان کے پرہیز کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس نے مرغی کا گوشت استعمال کیا ڈونگے میں حلیم کے اوپر خوب اچھی طرح ہرا دھنیا اور لیموں وغیرہ سجا کر وہ فارغ ہوئی تو خیال آیا کہ فون کر کے معلوم کر لیتی ہوں وہ اکیلے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ بھی ہوا تو ڈرائیور کے ہاتھ حلیم بھجوا دوں گی۔ ممی نے اسے کچن میں مصروف دیکھ کر بڑی حیرت سے پوچھا۔

"کیا پکا رہی ہو؟" عرصہ ہوا وہ گھر اور گھر سے متعلق تمام امور سے لاتعلق ہو چکی تھی۔ اس نے سرسری سے انداز میں جواب دیا تو وہ جو شاید سعود کے لیے کچھ لینے آئی تھیں اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔ وہ فون کرنے کے لیے لاؤنج میں آئی۔ تیسری ہی بیل پر فون ریسیو کر لیا گیا تھا۔ اخلاق کی آواز وہ اچھی طرح پہچان گئی تھی۔

"میں اجالا بول رہی ہوں۔" اس کے استفسار پر وہ بولی تھی۔

"کیسی ہیں آپ؟ صاحب آپ کو بہت یاد کر رہے تھے۔"

اتنے دن سے وہ ان کے گھر مستقل آ جا رہی تھی اسی لیے وہ اٹھارہ انیس سال کا لڑکا بڑی اپنائیت سے اس سے بول رہا تھا یا پھر شاید گھر کے مالک کی اس سے والہانہ محبت اسے بتا گئی تھی کہ وہ کوئی عام سی مہمان نہیں ہے۔

"انکل ہیں گھر پر؟" اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے مطلب کی بات کیسے پوچھے۔

"ہاں وہ گھر پر ہی ہیں۔ آپ بات کریں گی کیا ان سے؟"

"اویس بھی ہیں گھر پر۔" اس نے لہجے کو بڑا سرسری سا بنا کر پوچھا جیسے یہ بات وہ یونہی اتفاقاً پوچھ بیٹھی تھی۔

"اویس بھائی تو کہیں گئے ہوئے ہیں آپ کو کیا ان سے کوئی کام ہے؟" لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر آتا اویس اپنا نام سن کر رک گیا۔ اس وقت اس کا کوئی بھی کال اٹینڈ کرنے کا موڈ نہیں ہو رہا تھا اس لیے دور کھڑا ہو کر صرف یہ دیکھنے کے لیے رک گیا کہ کہیں کوئی ضروری فون نہ ہو۔ دوسری طرف پتا نہیں کون تھا جس سے وہ بڑی خوش اخلاقی سے کہہ رہا تھا۔

"اچھا آپ آ رہی ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ صاحب خوش ہو جائیں گے جی خدا حافظ۔" وہ فون رکھ کر مڑا تو اویس کو کھڑا دیکھ کر سلام کرتا ہوا اعاناً اندر پاپا جانی کو اس کی آمد کے بارے میں بتانے کے لیے چلا گیا۔ اس سے کچھ پوچھے بغیر ہی وہ جان گیا تھا کہ یہ فون کس کا تھا۔ حالانکہ وہ اس وقت صرف کپڑے چینج کرنے گھر آیا تھا اسے جم خانہ جانا تھا۔ مگر اپنا جانے کا پروگرام فی الفور ملتوی کر کے وہ وہیں لاؤنج میں بیٹھ گیا۔

وہ اپنے بارے میں بخوبی آگاہ تھا۔ اسے پتا تھا کہ لوگ اسے مغرور کہتے ہیں۔ [illegible] لوگ اس سے بات کرنے اور اس کے قریب آنے کے لیے ہزاروں جتن [illegible] لگاتا۔ اپنے پاپا جانی اور قریبی دو دوستوں کے علاوہ اس کا دیگر تمام افراد کے ساتھ ایسا رویہ ہوتا تھا جیسے وہ ان سے بات کر کے کوئی بہت بڑا احسان کر رہا ہو۔ عام طور پر لوگوں سے زیادہ گھلنا ملنا پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر یہ لڑکی اجالا شہریار جو اس کے پاپا جانی کو بڑی عزیز ہو گئی تھی اس کے لیے وہ اپنے تمام اصول اور ضابطے ترک کر سکتا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ دیگر افراد کی طرح شاید وہ بھی اسے مغرور اور خود پرست سمجھتی ہے اور شاید وہ خود بھی دوسروں سے لیے دیے رہنا اور کم بات چیت کرنا پسند کرتی ہے اسی لیے اس سے فری ہونے کی کوشش کرنے کے بجائے وہ وہاں اس کی موجودگی میں آنے سے پرہیز کر رہی تھی۔ اس نے اب تک کی زندگی میں صرف لڑکیوں کو اپنے پیچھے بیوقوفوں کی طرح منڈلاتے دیکھا تھا۔ شاید یہ لڑکی ان سب سے مختلف تھی اور اس کی یہ غلط فہمی کہ وہ اس کی یہاں آمد کو پسند نہیں کرتا وہ اسے دور کر دینا چاہتا تھا۔ اگر اس کے پاپا جانی اس لڑکی سے محبت کرتے تھے اس کے ساتھ وقت گزارنا انہیں

UrduPhoto.com

اچھا لگتا تھا تو وہ کون ہوتا تھا اعتراض کرنے والا۔ وہ تو الٹا اس کا شکر گزار تھا کہ وہ یہاں آکر ان کو کمپنی دیتی ہے ان کا ڈپریشن کم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

ٹھیک دس منٹ بعد وہ لاؤنج کا سلائیڈنگ ڈور کھول کر اندر داخل ہوئی۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر صوفے پر بیٹھے اویس پر پڑی تو وہ دل ہی دل میں اخلاق کو گالیاں دیتی آگے بڑھی۔ آگئی تھی تو اب واپس تو جایا نہیں جا سکتا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر اخلاقاً کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"اسلام علیکم۔" اس نے بڑی بے دلی سے سلام کا جواب دیا۔

"آپ بیٹھیے پاپا جانی کے کسی دوست کا فون آیا ہوا ہے وہ اس میں بزی ہیں" وہ بڑی نرم سی مسکراہٹ چہرے پر لاتا ہوا بولا۔ اسے مجبوراً صوفے پر بیٹھنا ہی پڑ گیا۔ اسے بٹھا کر وہ خود بھی سامنے بیٹھ گیا۔ اپنے ہاتھ میں پکڑا ڈونگا اس نے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ وہ بغور اسے [illegible] کچھ الجھی ہوئی [illegible]

"میں اتنے دنوں سے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہ رہا تھا لیکن اتفاق سے آپ سے ملاقات نہیں ہو پا رہی تھی۔"

وہ تعجب سے اس کی طرف دیکھنے لگی تو وہ اپنی بات کی وضاحت کرنے لگا۔

"آپ پاپا جانی کا اتنا خیال رکھتی ہیں۔ انہیں اتنا ٹائم دیتی ہیں۔ ظاہر ہے آپ کی اس مہربانی پر مجھے آپ کا شکریہ تو ضرور ہی ادا کرنا چاہیے تھا۔" وہ اتنے بھاری بھر کم تشکرانہ الفاظ پر بوکھلا کر رہ گئی۔ لیکن اب اس کی بات کے جواب میں کچھ نہ کچھ کہنا بھی ضروری تھا اس لیے کچھ نروس سے انداز میں بولی۔

"اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ پلیز اس ذکر کو رہنے دیجیے۔"

"آپ کہہ رہی ہیں تو رہنے دیتا ہوں ورنہ یہ آپ کا میرے اوپر احسان ہی ہے۔ پہلے میں آفس میں بیٹھ کر پاپا جانی کی طبیعت کی طرف سے پریشان رہتا تھا اب آپ کے ہونے سے تسلی رہتی ہے کہ وہ اکیلے نہیں ہیں۔" وہ کچھ شرمندہ سی سر جھکا کر بیٹھی ہوئی تھی۔

"ہم لوگوں کی اس سے پہلے آپس میں اتنی کوئی خاص بات چیت نہیں ہوئی لیکن اس کے باوجود پاپا جانی کی بدولت میں آپ کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ جب سے آپ انہیں ملی ہیں ان کے پاس آپ کے علاوہ بات کرنے کے لیے کوئی ٹاپک ہی نہیں ہوتا۔ اجالا یوں کرتی ہے وہ اسکیچز بھی اچھے بناتی ہے اسے کوکنگ بہت اچھی آتی ہے وہ بڑی نرم دل اور ہمدرد ہے وغیرہ وغیرہ اس قسم کے جملے میرا خیال ہے میں روز ہی سنتا ہوں۔" وہ بڑے دوستانہ انداز میں مسکرا کر بول رہا تھا۔ اس کی بات پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر لہرائی تھی۔

"مجھ سے بھی وہ آپ کے بارے میں بہت ساری باتیں کرتے ہیں۔ بلکہ پہلے جب میں ان سے پارک میں ملا کرتی تھی اس وقت بھی آپ کا غائبانہ تعارف وہ [illegible] کر کے مجھ سے [illegible] میں ہو گئی تھی۔"

"اس غائبانہ تعارف میں یقیناً میری خوب تعریفیں ہی ہوتی ہوں گی۔ بقول میرے دوستوں کے میرا دماغ انہیں پاپا جانی کی تعریفوں نے خراب کیا ہے۔"

وہ بڑی شگفتگی سے مسکرا کر بولا۔ وہ ابھی اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے ہی والی تھی کہ وہ سیڑھیاں اترتے نظر آئے۔

"کل کہاں تھیں بے وفا لڑکی۔ میں نے تمہارا کتنا انتظار کیا۔" وہ دور ہی سے بولتے ہوئے آئے قریب آ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

"لگتا ہے تم مجھ سے بور ہو گئی ہو۔"

"نہیں انکل ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ میں کچھ بزی تھی اس لیے نہیں آسکی تھی۔" وہ ایک دم بوکھلا کر وضاحت کرنے لگی تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ وہ خاموشی سے بیٹھا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"اس میں کیا ہے؟" ان کی نظر ٹیبل پر رکھے

ان کے پر پڑی تو پوچھنے لگے۔
"میں آپ کے لیے حلیم بنا کر لائی ہوں۔" وہ ان کے برابر میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
"حلیم لائی ہو۔ زبردست، لیکن یہ میرے کھانے پینے کا دشمن مجھے کبھی بھی حلیم نہیں کھانے دے گا۔ اسے تو ہر بات میں کولیسٹرول اور کیلوریز کا غم ستاتا رہتا ہے۔" وہ کچھ مایوسی سے بولے۔
"نہیں میں نے اس میں چکنائی وغیرہ بالکل نہیں ڈالی آپ آرام سے کھا سکتے ہیں۔" اس کی بات پر وہ خوش ہوتے ہوئے بولے۔
"ایسی بات ہے تو لاؤ ابھی کھا کر دیکھا جائے تم نے کیسا حلیم پکایا ہے۔" اخلاق کی تلاش میں نظریں دوڑاتے وہ اسے موجود نہ پا کر اس سے بولے۔
"ذرا بھاگ کر کچن سے ایک پلیٹ اور چمچہ تو لے آؤ۔" اویس مسکراتا ہوا پاپا جانی کی بیتابی دیکھ رہا تھا۔
"جلدی لے آئیں ورنہ یہ اسی میں شروع ہو جائیں گے۔" وہ [illegible] لیے ہوئے [illegible] انداز پر دل بھر کر [illegible] سے پلیٹ چمچے لے آئی۔ پہلا چمچہ منہ میں ڈالتے ہی انہوں نے اس کی شان میں قصیدہ خوانی شروع کر دی تھی۔ حلیم کی شان میں زمین آسمان ایک کیے جا رہے تھے اور وہ چپ چاپ بیٹھی انہیں کھاتا دیکھ کر دل ہی دل میں بہت خوش ہو رہی تھی۔
"تم جم خانہ نہیں گئے۔" انہیں اچانک اس کا دھیان آیا تو پوچھنے لگے۔
"کچھ تھکن ہو رہی ہے اس لیے پروگرام کینسل کر دیا ہے۔"
"شاہد ذرا اچھی سی کافی تو پلواؤ۔" انہیں جواب دے کر وہ شاہد کو آواز دینے لگا۔
"شاہد کو رہنے دو۔ آج ہمیں ہماری بیٹی کافی بنا کر پلائے گی۔" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اویس سے مخاطب ہوئے تو وہ مسکرا کر کہنے لگا۔
"ان سے پوچھ تو لیں کہیں وہ مائنڈ نہ کر جائیں کہ یہاں مہمانوں سے کام کروایا جاتا ہے۔"
"مہمان کیوں ہوئی یہ اس کا اپنا گھر ہے۔ کیوں اجالا کیا تم اسے اپنا گھر نہیں سمجھتیں۔" وہ اس وقت بہت بری پھنسی تھی۔ انکل تو اس سے ہمیشہ ہی اسی قسم کی باتیں کیا کرتے تھے مگر وہ اس کی موجودگی کے سبب بری طرح نروس ہو رہی تھی۔ کوئی جواب دینے کے بجائے وہ کافی بنانے کے لیے کھڑی ہو گئی۔ وہ دونوں ہی شاید اس کی بوکھلاہٹ اور نروس ہونے کو محسوس کر گئے تھے اس لیے مزید کچھ نہیں کہا گیا۔
تھوڑی دیر بعد جب وہ کافی بنا کر وہاں آئی تو وہ آپس میں گفتگو میں مشغول تھے۔ ان دونوں کو کپ سرو کر کے وہ اپنا کپ لے کر انکل کے برابر میں بیٹھ گئی۔ کافی کا سپ لیتا وہ ان سے مخاطب ہوا۔
"میں آپ کو بتانا تو بھول ہی گیا۔ ویزا مل گیا ہے۔ اب آپ ڈسائڈ کر لیں کب چلنا ہے۔" اس کی بات پر وہ ایک دم خوش ہو اٹھے۔
"دیر کس بات کی ہے۔ میں تو ابھی تیار ہوں۔ تم [illegible] سیٹس کنفرم کروا لو۔" [illegible] مجھے [illegible] کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کہاں جانے کی بات کر رہے ہیں۔ وہ خود ہی اسے بتانے لگے۔
"ہم دادا پوتا ہر سال کہیں نہ کہیں گھومنے جاتے ہیں یہ اور بات ہے کہ میں اس کے پیچھے لگا رہتا ہوں اور یہ مصروفیت کا بہانہ بنا کر ٹال مٹول سے کام لیتا رہتا ہے اور پھر آخر کار سو نخروں کے بعد کہیں یہ حضرت اویل ایبل ہوتے ہیں۔ اس بار صورت حال کچھ ڈفرنٹ ہے۔ انہیں کیونکہ وہم ہو گیا ہے کہ مجھے اپنی طبیعت کے پیش نظر تبدیلی آب و ہوا کی شدید ضرورت ہے اس لیے میرے کہے بغیر خود ہی پروگرام ارینج کر لیا۔ پیرس، روم اور لندن تو پہلے ہی ہمارے پروگرام میں شامل تھا۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ واپسی میں آتے ہوئے عمرہ بھی کر لیا جائے۔ خوش قسمتی سے اس کا ویزا بھی فوراً ہی مل گیا۔" ان کی وضاحت پر وہ کچھ جھجکتے ہوئے انداز میں بولی۔
"کتنے دنوں کے لیے جا رہے ہیں آپ؟"

UrduPhoto.com

"کم سے کم ایک مہینہ تو ضرور لگے گا۔" وہ اس کے اداس چہرے کو دیکھ کر کہنے لگے۔

"اچھا تم یہ بتاؤ وہاں سے تمہارے لیے کیا لاؤں۔" وہ شاید اسے بہلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اویس کافی کا کپ ہاتھ میں لیے بڑی فرصت سے اس کے چہرے کو پڑھ رہا تھا۔ اس نے انکار میں گردن ہلا دی تو وہ کہنے لگے۔

"ٹھیک ہے پھر میں اپنی مرضی سے جو بھی لے آؤں چپ چاپ رکھ لینا یہ مت کہنا کہ یہ چیز تو مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہے۔" اسی وقت اویس کے موبائل کی ٹیل بجی تھی وہ ایکسکیوز کرتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

اس کے رویے سے کچھ حوصلہ ملا تھا اسی لیے وہ اگلے دن دس بجے ان کے گھر آئی تھی۔ وہ خود تو گھر پر موجود نہ تھا انکل البتہ گھر پر ہی تھے۔ انہوں نے اسے بتایا تھا کہ کل رات بارہ بجے کی فلائٹ سے وہ لوگ روم جا رہے ہیں۔ پھر [illegible] ان کی بات [illegible] ہو گئی تھی۔ ان کے اتنے دن کی جدائی کا سوچ کر اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ اگلے دن اس نے انہیں فون پر ہی خدا حافظ کہہ دیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ ان کے سامنے جا کر رو پڑے گی اور وہ اس کے رونے پر حیران ہوں گے کہ ان کے گھومنے پھرنے کے لیے کہیں جانے پر رونے کا کون سا پہلو نکلتا ہے۔

♥ ♡ ♡ ♥

دن بڑے بے کیف سے گزر رہے تھے۔ وہ جو ان سے روز ملنا ایک روٹین سا بن گیا تھا اب ان کے بغیر اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اللہ اللہ کر کے ایک مہینہ پورا ہوا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ فون کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ لوگ ابھی نہیں آئے ہیں۔ پھر وہ روز ہی فون کر کے معلوم کرتی اور ہر روز ہی اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا۔ یونہی کرتے دس روز مزید گزر گئے تھے۔ صرف ایک مہینہ اور دس دن ان کے بغیر صدیوں کے برابر محسوس ہو رہے تھے۔

اس روز چھٹی کا دن تھا۔ وہ ناشتے کے بعد بے دلی سے اپنے کمرے میں لیٹی وقت گزارنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسی وقت حمیدہ نے اطلاع دی تھی کہ اس کا فون ہے۔ وہ اندازے لگاتی کہ کس کا فون ہو سکتا ہے لاؤنج میں آگئی تھی۔ دوسری طرف انکل کی آواز سن کر وہ خوشی کے مارے چیخ اٹھی تھی۔

"اتنے دن لگا دیے آپ نے میں آپ کو اتنا یاد کر رہی تھی۔" دوسری طرف وہ حیران ہو کر کہہ رہے تھے۔

"اتنے زیادہ دن تو نہیں لگے۔ صرف ایک مہینہ اور دس دن زیادہ تو نہیں ہوتے۔"

"آپ کے لیے نہیں تھے میرے لیے زیادہ تھے۔ آپ کا کیا ہے آپ تو وہاں گھوم پھر رہے تھے انتظار میں تو میں سوکھ رہی تھی۔" وہ اس کے روٹھے لہجے پر بے اختیار ہنس پڑے تھے۔

"مجھے کیا پتا تھا میری بیٹی اتنی شدت سے مجھے یاد کر رہی ہو [illegible] خیر یہ بتاؤ تم مجھ سے ملنے یہاں آ رہی ہو یا میں تمہارے گھر آ جاؤں؟"

"میں آ رہی ہوں ابھی فوراً۔" وہ جلدی سے بولی تھی۔ انہیں خدا حافظ کہتے ہی وہ "فوراً" ہی گھر سے نکل کھڑی ہوئی تھی۔ ان کے اور اس کے گھر کے درمیان مشکل سے دس منٹ کا واکنگ ڈسٹنس تھا۔ وہ بھی اس نے تیز قدموں سے طے کیا تو تین چار منٹ کے اندر ہی ان کے گھر پہنچ گئی۔ لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو وہ صوفے پر بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے اور اویس فلور کشن پر بیٹھا اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا۔ انگریزی اور اردو کے تین چار اخبارات اس کے سامنے بکھرے پڑے تھے۔ اسے اندر آتا دیکھ کر وہ دونوں ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"کیا اسپیڈ ہے بھئی ابھی تو پاپا جانی نے کارڈلیس رکھا ہی تھا کہ آپ پہنچ بھی گئیں۔" وہ مسکرا کر بولا تھا۔

"ویسے آپ دونوں ہی کا ایک سا حال ہے۔ یہ پاپا جانی رات کو بارہ بجے آتے کے ساتھ ہی آپ کو فون

UrduPhoto.com

کھانے والے تھے وہ تو میں نے روک دیا کہ انشاء اللہ صبح بھی ہوگی۔ کسی کے گھر فون کرنے کا یہ بڑا ہی اوڈ ٹائم ہے۔" اس کی بات پر پاپا جانی جو اسے ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھا رہے تھے بول پڑے۔

"تم کیوں جل رہے ہو۔ ہماری محبت سے۔" اسے فارغ کر کے وہ اجالا کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کیسی ہے میری بٹی۔ کچھ کمزور سی لگ رہی ہو کیا بات ہے۔" وہ ان کی فکر مندی پر مسکرا دی اور تسلی دینے والے انداز میں بولی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ لوگوں کا ٹور کیسا رہا ؟"

"ٹور ایک دم شاندار رہا ہم دونوں دل کھول کر خوب گھومے۔ لندن میں تو کچھ رشتے دار اور دوست احباب رہتے ہیں ان سے ملتا ملاتا رہا۔ وہاں اتنی کوئی خاص تفریح نہیں ہوئی البتہ روم اور پیرس ہم نے فرصت سے گھوما۔" وہ اسے اپنے دورے کی تفصیل سنانے لگے تھے۔

"آپ تو اس سے پہلے بھی وہاں بہت مرتبہ گئے ہوئے ہوں گے۔" وہ بڑے شوق سے دریافت کرنے لگی۔

"ہاں روم تیسری مرتبہ اور پیرس چھٹی مرتبہ گیا ہوں میں۔ سب سے پہلی دفعہ پیرس اپنی یونیورسٹی کے دنوں میں گیا تھا اور وہ شہر مجھے اتنا اچھا لگا تھا کہ شادی کے بعد ہنی مون کے لیے میں اور صبیحہ پیرس ہی گئے تھے۔" وہ کسی تصور میں کھوئے اسے بتا رہے تھے۔ اویس ان دونوں کو باتوں میں مگن دیکھ کر دوبارہ اخبار میں غرق ہو گیا تھا۔

"اخلاق میرے کمرے میں جو بلیک کلر کا شوپر رکھا ہے وہ لے کر آؤ۔" انہوں نے اخلاق کو با آواز بلند آواز دی اور وہ سر ہلا تا کمرے کی طرف چلا گیا تو وہ اس سے کہنے لگے۔

"اخلاق بتا رہا تھا کہ تم روزانہ فون کر کے پوچھتی تھیں ہم لوگوں کے بارے میں۔"

"ہاں آپ نے اتنے دن جو لگا دیے۔ ایک مہینے کا

آج کے
مشہور و معروف سلسلہ نگار
ایم۔ اے۔ راحت
کا مقبول ترین سلسلہ
ترکش
اب کتابی صورت میں
چھپ کر تیار ہے
مکمل سلسلہ 6 حصے

پہلا حصہ	50/- روپے
دوسرا حصہ	50/- "
تیسرا حصہ	50/- "
چوتھا حصہ	50/- "
پانچواں حصہ	50/- "
چھٹا حصہ	50/- "

6 مکمل حصوں کی قیمت /300 روپے
ڈاک خرچ فی حصہ /16 روپے
مکمل 6 حصے منگوانے پر ڈاک خرچ فری
منگوانے کا پتا :
● مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون: 2216361-7735021
● لاہور اکیڈمی
سرکلر روڈ لاہور فون: 7321690

UrduPhoto.com

کہہ کر گئے تھے۔" وہ ناراضی سے بولی۔

"اصل میں ارادہ تو خالی عمرہ کر کے واپس آجانے کا تھا پھر میں نے سوچا کہ پندرہ دن کا ویزا مکمل استعمال کرنا چاہیے۔ قسمت والے ہوتے ہیں وہ جنہیں اللہ اپنے در کی حاضری نصیب کرتا ہے۔ اس لیے پروگرام سے ہٹ کر یہ اضافی دن مکہ مدینہ میں گزر گئے۔" اسی وقت اخلاق نے ایک بھاری بھرکم شوپر لا کر ان کے سامنے رکھا۔

"اجالا کے لیے لائم جوس اور میرے لیے ایک کپ گرما گرم کافی کا جلدی سے لے کر آؤ۔" وہ بیگ میں سے سامان نکالتے ہوئے اس سے بولے۔

"یہ پرفیومز میں نے تمہارے لیے پیرس سے خریدے ہیں اور یہ پینٹنگ بطور خاص تمہارے لیے وینس سے خریدی ہے۔ ہم لوگ دو دن کے لیے وینس بھی گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ آرٹسٹ بندی ہے اس لیے کسی نادر و نایاب پینٹنگ سے بڑھ کر کوئی اور تحفہ کیا ہو گا اور یہ [illegible] تمہیں یہ چیزیں [illegible] میں نے سوچا [illegible] دوسری لڑکیوں کی طرح کاسمیٹکس اور جیولری تو زیادہ استعمال کرتی بھی نہیں ہو۔ اس لیے اس قسم کی کوئی چیز نہیں لی۔"

وہ اتنے زیادہ قیمتی تحائف قبول کرنے [illegible] رہی تھی۔

"انکل آپ کا بہت شکریہ آپ نے مجھے یاد رکھا۔ لیکن یہ سب بہت زیادہ ہے۔ بس ایک آدھ چیز کافی تھی۔" وہ انہیں انکار کرنا بھی چاہ رہی تھی اور کرتے ہوئے ڈر بھی رہی تھی کہ وہ ناراض ہو جائیں گے۔

"اس کا مطلب ہے تمہیں یہ چیزیں پسند نہیں آئیں۔" وہ جان بوجھ کر اس کی بات کو غلط رنگ دینے لگے تو وہ بے اختیار بولی۔

"سب چیزیں بہت اچھی ہیں لیکن..."

"کوئی لیکن ویکن نہیں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر خفگی بھرے انداز میں بولے۔

"میں تمہیں صرف بیٹی کہتا ہی نہیں سمجھتا بھی ہوں اور تم میرے ساتھ غیریت برت رہی ہو یہ اویس بھی تو ہے۔ تمہاری طرح اس کے لیے بھی میں پرفیومز خریدے بلکہ اس نے ضد کر کے مجھ سے بٹوے تمہارے ہی جیسا چین اس کے لیے بھی لیا اسے تو مجھ سے کوئی بھی چیز لیتے ہرگز تکلیف نہیں ہوئی تم کیا اس سے بھی بڑی ہو گئی ہو۔" ان کی ناراضی سے سہم کر وہ جلدی سے بولی۔

"آپ ناراض تو مت ہوں آئم سوری۔"

"آئندہ اگر تم نے میرے ساتھ غیروں والی بات کی تو میں واقعی ناراض ہو جاؤں گا۔" اویس اس تمام بات چیت سے بے نیاز اخبار میں کھویا ہوا تھا۔ اخلاق نے ٹرے لا کر سامنے رکھی تو اس نے لائم جوس کا گلاس اٹھا لیا۔

"مدینہ میں ایک انتہائی خوبصورت گولڈ کا بریسلٹ خریدتے خریدتے رک گیا۔ حالانکہ وہ تمہارے ہاتھ میں بہت اچھا لگتا۔ لیکن میں نے تمہیں کبھی جیولری [illegible] کہ شاید تم [illegible] میں رکھیں۔" وہ کافی پیتے ہوئے بولے۔

"نہیں مجھے الجھن سی ہوتی ہے۔ اگر کبھی کہیں آنے جانے کے لیے [illegible] تو سخت کوفت ہوتی ہے ایسا لگتا ہے جیسے بہت سارا وزن میرے اوپر لدا ہوا ہے [illegible] لگتی ہے۔" وہ اپنے سادہ رہنے کی وجہ بتانے لگی تو وہ بے اختیار مسکرا دیے۔

"اویس میں تم سے کہہ رہا تھا ناں اس کی ہر بات بیگم جیسی ہے۔ وہ بھی اسی کی طرح میک اپ اور زیورات سے بے زار رہا کرتی تھی۔" انہوں نے اویس کو مخاطب کیا تو وہ اخبار پر سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا اور دوبارہ اپنی نظریں اس پزل کی طرف گاڑ دیں جسے وہ حل کر رہا تھا۔ اس کی طرف سے اپنی بات کا کوئی جواب نہ پا کر وہ کچھ بے مزہ سے ہوئے۔

"یہ لڑکا کبھی نہیں سدھرے گا۔" انہوں نے دل میں سوچا۔ اس کی طرف سے مایوس ہو کر وہ دوبارہ اجالا سے مخاطب ہوئے۔

UrduPhoto.com

”صبیحہ تو سخت چڑا کرتی تھی جبین کی اس عادت سے۔ مگر وہ بھی ایک ہی تھی۔ اگر کبھی کہنے سننے پر کچھ پہن بھی لیا تو تھوڑی دیر بعد ہی سب اتار کر بیٹھی ہوئی ہوتی تھی۔ بالکل تمہاری طرح دھلے ہوئے منہ سے رہا کرتی تھی۔“

”انہیں تیار ہونے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سجا سنوار کر اور خوب تیار کر کے اس دنیا میں بھیجا تھا۔ ان مصنوعی سہاروں کی انہیں بالکل بھی حاجت نہیں تھی۔“

وہ سامنے دیوار پر لگی اس تصویر پر جس میں ایک بے حد حسین لڑکی ایک نہایت خوبرو مرد کے ساتھ کھڑی تھی نظریں جما کر کہا۔ ہر بار ان کے گھر آ کر اس تصویر کو دیکھ کر وہ یہی سوچا کرتی تھی کہ شاید ایسے ہی جوڑے کو چاند سورج سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ وہ دونوں حسن و خوب صورتی کا مجموعہ تھے۔ ایک دم پرفیکٹ کپل۔

”تمہارے سادگی ... شرارت سے مسکرا کر بولے تو وہ جھینپ کر رہ گئی۔

”میں اپنی بات تو نہیں کر رہی تھی۔ میں تو عادتاً ہی ایسی ہوں۔“ وہ وضاحتی انداز میں بولی تو وہ کہنے لگے۔

”کیوں تمہارے خیال سے کیا تم خوب صورت نہیں ہو؟“ انہوں نے ذرا سی بات کا ایشو بنا کر بحث کو طویل کر دیا تھا۔ وہ ایک نظر اویس پر ڈال کر جو ان لوگوں سے یکسر بے نیاز اور بیگانہ محسوس ہو رہا تھا بولی۔

”اللہ کا شکر ہے اس نے تمام چیزوں کے ساتھ بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو تو حسن کا مجسمہ بنا نہیں سکتے۔ کچھ لوگوں کو تو میرا جیسا بھی ہونا تھا بڑا عام سا۔“ اس کی بات پر وہ تاسف سے گردن ہلا کر بولے۔

”لڑکی تم خود انکساری سے کام لے رہی ہو تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے اپنی خوبصورتی کا۔“ ان کی بات پر وہ بے ساختہ مسکرا دی تھی۔

”آپ کو تو میں پیاری لگوں گی ہی۔“ وہ ان کی بات کو نبواتے کرتے ہوئے بولی تھی۔

”کیوں تم خود کس کو پیاری لگنا چاہتی ہو؟ کون ہے وہ جس کے تعریف کرنے پر تمہیں اپنی خوب صورتی کا یقین آئے گا۔“

وہ بڑے صاف گو بلکہ کس حد تک منہ پھٹ بھی ہیں یہ بات وہ جانتی تھی لیکن اس حد تک ہوں گے یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اس وقت ان کی اس بات پر اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے وہ کوئی جواب دینے کی پوزیشن ہی میں نہیں تھی۔

سامنے بیٹھے بندے نے اخبار ایک طرف رکھ دیا تھا اور اب بڑے غور سے اس کا سرخ چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اسے سر جھکائے ہوئے بھی پتا تھا کہ وہ دونوں ہی بڑی فرصت سے اس کے چہرے کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اس قسم کی صورت حال کا سامنا اسے زندگی میں پہلی مرتبہ کرنا پڑ رہا تھا اور وہ سخت نروس ہو رہی تھی۔ وہ اپنی اس کیفیت سے جلد سے جلد پیچھا چھڑا لینا چاہتی تھی۔ اس طرح کی باتیں تو اس نے بھی اپنی دوستوں [illegible] دو عدد مردوں

UrduPhoto.com

خوبصورت اور معیاری ناول

حنا	نادرہ خاتون
شعاع	نادرہ خاتون
کنول	نادرہ خاتون
لبنیٰ	نادرہ خاتون
شگوفہ	نادرہ خاتون
چلمن	نادرہ خاتون
عرفانہ	نادرہ خاتون
زروانہ	نادرہ خاتون
اِک لڑکی پاگل پاگل سی	رضیہ جمیل
میرے ندیم	رضیہ جمیل
سورج نگری رانی	رضیہ جمیل

خواتین ڈائجسٹ
اردو بازار، کراچی

کے سامنے فوری طور پر اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ کپ اور گلاس ٹرے میں رکھ کر واپس کچن میں رکھ آئے اس خیال کے آتے ہی وہ جلدی سے ٹرے اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

"انکل آپ کے لیے کافی اور لاؤں؟" وہ جو ہونٹوں میں مسکراہٹ دبائے اسے شوخ نظروں سے دیکھ رہے تھے بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔

"نہیں رہنے دو۔" اس کی حالت پر شاید انہیں ترس آگیا تھا اس لیے قہقہہ مختصر کرتے ہوئے جواب دیا تھا اور وہ جلدی سے کچن کی طرف چلی گئی تھی۔ کچن میں آکر دو گلاس ٹھنڈے پانی کے پی کر اس نے اپنے حواس بحال کیے اور پھر وہیں کھڑے ہو کر دو چار منٹ گزار دیے۔ کچھ دیر بعد وہ لاؤنج میں واپس آئی تو خود کو کسی حد تک نارمل کر چکی تھی۔

"اچھا انکل میں چلتی ہوں۔" وہ وہیں کھڑے کھڑے ان سے بولی تو وہ ٹی وی سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

"اتنی جلدی [illegible]"

"نہیں مجھے گھر جا کر اپنے ہفتے بھر کے جمع شدہ بہت سے کام نمٹانے ہیں۔ اور ویسے بھی میں نے تو ناشتا ہی اتنا لیٹ کیا تھا لنچ تو شاید ہی کروں۔"

"کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔ بھوک نہیں ہے تو کوئی بات نہیں خالی ہمارا ساتھ دینے کے لیے بیٹھ جانا۔" وہ اس کے اعتراض کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ تھے۔

"انکل دیر ہو جائے گی۔ سچ مجھے بہت کام ہے۔"

اویس شاید اخبار پڑھ چکا تھا اسی لیے اب فرصت سے بیٹھا ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔

"ویسے تو مجھے معلوم ہے کہ تم بہانے بازی کر رہی ہو لیکن پھر بھی مان لیتا ہوں کہ تمہیں جلدی ہے۔ لیکن کھانا تو تمہیں پھر بھی کھانا پڑے گا۔" اس سے کہتے انہوں نے شاہد کو آواز دے کر کھانا لگانے کے لیے کہا۔

"تمہاری خاطر آدھا گھنٹہ پہلے ہی لنچ کر لیتے ہیں۔" وہ ہتھیار ڈالنے والے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔

اویس اس کی بے بسی پر مسکرا کر رہ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ان دونوں کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھی۔ وہ اسے اصرار کر کے مختلف چیزیں پیش کرنے لگے تو وہ روٹھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آپ نے کہا تھا خالی ساتھ دینے کے لیے بیٹھ جانا۔" اس کی بات پر اویس بڑی سنجیدگی کے ساتھ پاپا جانی سے مخاطب ہوا۔

"یہ بالکل صحیح کہہ رہی ہیں آپ کو اپنے کہے لفظوں کا احترام کرنا چاہیے۔" اجالا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو وہ بڑی سنجیدگی سے سلاد کھاتا پاپا جانی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا یا یونہی بول رہا تھا۔ اس نے اپنی پلیٹ میں تھوڑے سے چاول اور سالن نکال کر انکل کو خوش کرنے کی کوشش کی تھی۔ کھانا کھا کر وہ [illegible] ہی گھر لوٹ آئی تھی۔

UrduPhoto.com

انکل نے واپس آنے کے بعد دوبارہ پارک آنا شروع کر دیا تو اس نے بھی اپنی سابقہ روٹین بحال کر لی۔ اب وہ دونوں پھر پہلے کی طرح روزانہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ واک کرتے اور مختلف موضوعات پر دل کھول کر اظہار خیال کیا جاتا۔ اسے ان کے گھر گئے ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ جب انکل سے پارک میں ملاقات ہو جاتی تھی تو پھر گھر جانے کا کوئی جواز ہی نہ تھا۔ وہ خود دو چار مرتبہ اسے گھر بلا چکے تھے لیکن وہ گئی نہ تھی۔

اس روز وہ اور انکل پارک سے نکل کر باتیں کرتے ہوئے فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ اسی وقت ایک گاڑی ان کے پاس آکر رکی تھی۔ دونوں ہی نے چونک کر دیکھا تھا۔ اپنی طرف کا شیشہ نیچے کرتے اویس ان لوگوں سے مخاطب تھا۔

"کہاں جانا ہے آپ لوگوں کو؟ آئیے میں ڈراپ کر دوں۔" اس کے شرارتی انداز پر وہ بے اختیار مسکرا دی جبکہ انکل بڑی شان بے نیازی سے کہنے لگے۔

"ہم ہر ایرے غیرے سے لفٹ نہیں لیا کرتے۔"

"یہاں اپنا راستہ ناپو۔" ان کی بات کو اس نے خوب انجوائے کیا پھر اس سے بولا۔

"آپ کی بھی یہی رائے ہے!" وہ اسے اپنی جانب پاکر بے اختیار نفی میں سر ہلا گئی۔

"آپ آج کل ہیں کہاں؟ نظر نہیں آ رہیں۔" اس نے سوال کیا۔

"نہیں ہوں مجھے کہاں جانا ہے۔ انکل سے تو روز ملاقات ہوتی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ وہ گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے اس سے بولے۔

"اجالا اب یہ اتنا اصرار کر رہا ہے تو میرا خیال ہے جانا چاہیے۔ آجاؤ شاباش۔" وہ اس کے برابر کی سیٹ سنبھالتے ہوئے اس کے لیے پیچھے کا دروازہ کھول گئے تو اسے بھی گاڑی میں بیٹھنا پڑا۔

"چلو اس بہانے آج اجالا کا گھر بھی دیکھ لیں گے۔ بے مروت لڑکی نے تو کبھی اپنے گھر نہیں بلایا۔" گاڑی اس کے گھر جانے والی سڑک پر مڑی تو انکل نے اتنی بات پر وہ کچھ پریشان سی ہو گئی ... منصور اس کے ... جایا کرتی تھی۔ اب انہیں لازمی اندر چلنے کی آفر کرنے کی وہ کچھ بے چین سی ہو گئی۔ گاڑی اس کے سامنے رکی جسے اس کا گھر ہونے کا اعزاز حاصل تھا تو وہ بڑی بددلی سے گاڑی سے اترتے ہوئے

"آیئے انکل اندر چلیے۔" انداز ایسا تھا جیسے زبردستی بلا رہی ہو اور وہ جنہیں چہرہ شناسی کا دعویٰ تھا اس کا چہرہ نہ پڑھ پاتے۔

"پھر کسی وقت آئیں گے انشاء اللہ خدا حافظ۔" انہوں نے پرشفقت انداز میں مسکرا کر معذرت کی تو اویس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ ان لوگوں کو خدا حافظ کہہ کر وہ گیٹ میں گھس گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ اسٹڈی میں بیٹھے اویس سے اپنے آرٹیکلز کمپوز کروا رہے تھے۔ وہ تیز رفتاری سے کی بورڈ پر ہاتھ چلا رہا تھا جبکہ وہ کچھ فاصلے پر راکنگ چیئر پر بیٹھے اسے ٹائپ کرتا دیکھنے کے ساتھ مختلف مشوروں سے نواز رہے تھے۔ جہاں کچھ ترمیم کرنی ہوتی وہ وہیں بیٹھے بیٹھے کروا دیتے۔ ان دنوں وہ اپنی کتاب کو منظر عام پر لانے کے لیے کام میں مصروف تھے اور فارغ وقت میں اویس ان کا بھرپور ساتھ دیا کرتا تھا۔ کوریڈور سے آتی اجالا کی آواز کو ان دونوں ہی نے تعجب کے ساتھ سنا تھا وہ شاید اخلاق سے پوچھ رہی تھی۔

"انکل کہاں ہیں؟" انہوں نے بے ساختہ وال کلاک کی طرف دیکھا تھا رات کے دس بجے اس کا آنا خاصا تعجب خیز تھا۔ وہ زیادہ تر دن میں یا بہت سے بہت ہوا تو شام میں آیا کرتی تھی۔ اتنے دنوں سے تو وہ ان کے گھر آ بھی نہیں رہی تھی اتنے دنوں بعد آنا وہ بھی رات کے وقت وہ اس کی آمد کی وجہ سوچنے لگے انہیں خیال آیا کہ وہ آج شام پارک میں بھی نہیں آئی تھی۔ اویس ان کی فکر و پریشانی سے لاتعلق ٹائپنگ میں مصروف تھا۔ اسی وقت وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

"بیٹا! اتنی رات کو آئی ہو سب خیر تو ہے۔" اسے اندر آتا دیکھ کر سب سے پہلے یہی جملہ ان کے منہ سے نکلا۔ وہ ان کے سوال کا کوئی جواب دیے بغیر تیزی سے ان کی طرف آئی اور کارپٹ پر ان کے بالکل سامنے بیٹھتے ہوئے ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"میں آپ سے ایک بات پوچھنے آئی ہوں۔" اتنی تہذیب یافتہ اور شائستہ لڑکی سے وہ یہ توقع کبھی بھی نہیں رکھتے تھے کہ وہ بغیر سلام کیے آتے ہی عجیب لایعنی باتیں شروع کر دے گی۔ انہوں نے غور سے اس کی طرف دیکھا تو وہ انہیں بہت بدلی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کی آنکھوں سے جھانکتی وحشت اور دیوانگی انہیں در حقیقت خوفزدہ کر گئی۔ اویس کی بورڈ اور مونیٹر سے نظریں ہٹائے اسے ہی دیکھنے لگا تھا مگر وہ اس کی موجودگی سے بے نیاز ان کے گھٹنوں پر اپنے ہاتھوں کی گرفت سخت کرتے ہوئے بولی۔

"آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟" انہیں وہ اس وقت کوئی نفسیاتی مریضہ محسوس ہو رہی تھی اس کی

UrduPhoto.com

حالت انہیں تشویش میں مبتلا کرنے لگی تو وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

"اجالا کیا بات ہے بیٹا۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔"

"آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں یا نہیں۔" وہ ان کا سوال نظر انداز کر کے اپنی بات دہرانے لگی تو وہ اس کی نا سمجھ میں آنے والی کیفیت پر پریشان سے ہو کر اویس کو دیکھنے لگے اس نے آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کیا کہ اس کی بات کا جواب دیں۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ ظاہر ہے میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔"

"جھوٹ بولتے ہیں آپ۔" وہ اپنے سر پر رکھا ان کا ہاتھ جھٹک کر بولی۔

"اگر مجھ سے محبت کرتے ہوتے تو میرے بارے میں پوچھتے میں کون ہوں میرے گھر والے کون ہیں اور میں گھر سے [illegible] ماری ماری کیوں پھرتی ہوں۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخ کر بولی تھی۔

"نہیں [illegible]

میں تو صرف [illegible] بھروسہ کر کے مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتاؤ۔" وہ نرم لہجے میں بولے جس اجالا کو وہ جانتے تھے وہ اس لڑکی سے بہت مختلف تھی جو اس وقت ان کے روبرو تھی اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کس طرح ڈیل کریں۔

"ابھی جب میں گھر سے گاڑی لے کر نکلی تو میرا دل چاہا کہ سامنے سے آتے ٹرک سے گاڑی ٹکرا دوں میں ایسا کرنے بھی والی تھی پھر اسی وقت مجھے خیال آیا کہ میرے مرنے پر تو کوئی رونے والا بھی نہیں ہوگا۔ میں نے سوچا آپ سے پوچھ لوں کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں یا نہیں شکر ہے اب میرے مرنے پر کوئی تو اداس ہوگا۔ پہلے میں سوچا کرتی تھی کہ آخر لوگ خودکشی کیسے کر لیتے ہیں۔ خود اپنے ہاتھوں اپنی زندگی ختم کر لینا کتنا مشکل کام ہے لیکن یہ کوئی اتنا ناممکن کام بھی نہیں ہے۔ آپ میرے مرنے کے بعد بھی مجھے یاد رکھیں گے ناں۔"

وہ اس وقت قطعاً اپنے حواسوں میں نہیں تھی وہ اس کی باتوں پر دہل کر رہ گئے تھے۔

"اجالا ایسے نہیں کہتے بیٹا۔ مجھے بتاؤ ہوا کیا ہے کسی نے کچھ کہا ہے گھر والوں سے کوئی ناراضی ہو ہے۔ شاباش مجھے بتاؤ۔" وہ اسے بچوں کی طرح بہلانے کی کوشش کرنے لگے۔ اپنے ہاتھوں سے اس کے چہرے پر بکھری لٹوں کو سنوارتے ہوئے وہ اسے نارمل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ اچانک ان کے گھٹنوں پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

"مجھ سے کوئی پیار نہیں کرتا۔ کسی کو میری ضرورت نہیں۔ میں ان وانٹڈ ہوں اور وہ ماریہ کہہ رہی تھی کہ میری بددعاؤں کی وجہ سے اس کا بچہ مر گیا ہے میں [illegible] جیلس ہوتی ہوں۔ اسے خوش دیکھ کر جلتی رہتی ہوں اور میری وجہ سے اس کی زندگی [illegible] بنی ہوئی ہے۔"

وہ بلک بلک کر رو رہی تھی [illegible] اویس ایک دم اٹھ [illegible] کی [illegible] اس بات سے ڈر رہا تھا [illegible] پاپا جانی کی اپنی حالت اس کے رونے کی وجہ خراب نہ ہو جائے۔ یہ لڑکی جس سے وہ بہت پیار کرتے تھے۔ اس کا دکھ کیسے برداشت کر [illegible] تھے ان کے گھٹنوں پر رکھا اس کا سر اس نے [illegible] اٹھایا تو وہ دھندلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

پاپا جانی تو چپ سادھے بیٹھے ہوئے بس ایک ٹک اسے دیکھے جا رہے تھے۔ اس کا تو شاید ذہن اور شعوری نظام مکمل طور پر مفلوج ہو گیا تھا اس [illegible] اسے دیکھ کر بھی نہیں چونکی اور ان سے کہنے لگی۔

"اور وہ سعود آرام سے کھڑا اس کی ساری باتیں سنتا رہا تھا پھر جب میں گاڑی کی چابی لے کر باہر [illegible] اس نے مجھے روکا بھی نہیں۔ ہاں ہوتی ہوں جیلس۔ مجھ سے کسی کی خوشی برداشت نہیں ہوتی جب میں خوش نہیں ہوں تو کسی اور کو کیا حق پہنچتا خوش ہونے کا۔ میرا دل چاہتا ہے سارے لوگوں ان کی خوشیاں چھین لوں میں روؤں تو سب رو [illegible]

UrduPhoto.com

[illegible] نے مارا ہے اس کے بچے کو۔" وہ پھر چیخ چیخ کر رونے لگی تھی۔

"اجالا ہوش میں آؤ۔" اویس نے اسے جھنجھوڑا۔ "دیکھو تمہاری وجہ سے پاپا جانی کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ اپنا نہیں تو ان کا خیال کرو۔" اس کی [illegible] پر وہ بے اختیار اس کے سینے پر سر رکھ کر زارو قطار رونے لگی تو وہ بری طرح بوکھلا گیا۔ دو تین منٹ بعد اس نے محسوس کیا کہ رونے کی آواز بند ہو گئی ہے تو ڈرتے ڈرتے اپنے سینے پر رکھا اس کا سر اٹھایا۔ تو اس کا بے ہوش وجود اس کے ہاتھوں میں جھول کر رہ گیا۔

"اویس ڈاکٹر کو فون کرو۔ پتا نہیں اسے کیا ہو گیا ہے۔" پاپا جانی اسے بے ہوش دیکھ کر سراسیمگی سے بولے۔

"پاپا جانی آپ پریشان نہ ہوں۔ اسے کچھ نہیں ہوا ہے۔" وہ ان کے پریشان چہرے پر نظر ڈال کر تسلی دینے لگا۔

"کیسے پریشان نہ ہوں۔ میری بچی ایسے حال [illegible] جائے اور میں [illegible]" وہ [illegible] نظر ڈالی اس پر [illegible] لگے۔

"[illegible] چھوڑ دیجئے اور پریشان ہونے سے آج تک کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔" وہ کچھ ناراضی لہجے میں کہتا اسے سنبھال کر اور سہارا دے کر کھڑا ہوا۔ اس کے بے ہوش جسم کا سارا بوجھ اس کے بازوؤں پر تھا۔ آہستہ قدموں سے چلتا اسے لے کر وہ ہال کے بیڈ روم میں آ گیا اور بڑے آرام سے اس نے اسے بیڈ پر لٹا دیا۔ اس کے پیچھے وہ بھی روم میں داخل ہو گئے تھے اور بیڈ پر اجالا کے برابر بیٹھتے ہوئے انہوں نے دو تین سورتیں پڑھ کر اس پر پھونکی تھیں۔ اویس اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہوا اسے آوازیں دے کر بھی اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دس پندرہ منٹ کی جدوجہد کے بعد بھی وہ ہوش میں نہ آئی تو اس نے ایک آخری کوشش کے طور پر اس کے اوپر جھک کر اسے آواز

"اجالا۔ اٹھو۔" وہ اب ڈاکٹر کو فون کرنے ہی والا تھا کہ اس کے وجود میں حرکت محسوس کر کے رک گیا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسی کہیں بہت دور سے کوئی اس آواز دے کر بلا رہا ہے۔ یہ آواز کس کی ہے وہ پہچان نہیں پا رہی تھی۔ بڑی مشکلوں سے اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں تو وہاں موجود دونوں ہی افراد نے شکر ادا کیا۔ اپنے بالکل قریب جھک کر کھڑے ہوئے اویس کو دیکھ کر وہ ایک دم اپنے حواسوں میں واپس آ گئی ایک نظر خود پر اور ایک اپنے برابر بیٹھے انکل پر ڈال کر اٹھ بیٹھی۔

دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھامے وہ اپنی کچھ دیر پہلے کی دیوانگی پر شرمسار بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ دونوں اس سے کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

ہوش و خرد سے بیگانگی کے عالم میں وہ جو کچھ کر گزری تھی وہ اسے اچھی طرح یاد تھا۔ وہ ساری زندگی کبھی کسی کے سامنے نہ کھلی تھی اپنے خول میں بند لوگوں [illegible] ایک بند کتاب کی طرح [illegible]۔ یہ کیا ہو جاتا جو وہ آج یہاں نہ آتی۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ گاڑی واقعی کہیں ٹکرا دیتی۔ یوں خود کو بے نقاب کر کے وہ اپنی ہی نظروں میں گر گئی تھی۔ [illegible] میں وہ ان لوگوں کو پریشان کرنے چلی آئی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ کہیں غائب ہو جائے ان لوگوں کی نظروں سے چھپ جائے جو پتا نہیں اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔

"بیٹا دودھ پیو گی؟" اس نے اپنے برابر بیٹھے انکل کی آواز سنی۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ انکار میں گردن ہلا سکے۔

"اویس شاہد سے کہو ایک گلاس دودھ لائے۔" انہوں نے اویس سے کہا تو وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں گھر جاؤں گی۔" وہ ان دونوں سے نظریں چرائے سر جھکا کر بولی تھی۔ وہ اب مزید ایک لمحہ بھی ان لوگوں کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ وہ شاید اپنی محبت سے مجبور ہو کر کچھ کہنے والے تھے کہ اویس فوراً ہی

UrduPhoto.com

واپس اس کی طرف آتا ہوا بولا۔

"چلیں پاپا جانی اجالا کو گھر چھوڑ آتے ہیں۔" وہ اس حالت میں اسے واپس بھیجنے کے لیے کسی قیمت پر راضی نہیں تھے لیکن اویس آنکھوں میں اصرار لیے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر درج تاثرات ان سے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ ابھی اس سے کچھ مت پوچھیں وہ بڑی بے چارگی کے عالم میں بیڈ پر سے اٹھے اور اس سے بولے۔

"چلو تمہیں گھر چھوڑ دیں۔" وہ اپنے وجود کو بمشکل گھسیٹتی بستر پر سے اتر آئی۔ کھڑے ہوتے ہی اسے پورا کمرہ گھومتا ہوا محسوس ہوا وہ لہرا کر بستر پر گرنے ہی والی تھی جب دائیں طرف کھڑے اویس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گرنے سے بچایا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن اس کے ہاتھوں کی مضبوط گرفت کے آگے اس کی مزاحمت بیکار ثابت ہوئی۔ وہ اسی طرح اس کا ہاتھ پکڑا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ انکل ان دونوں کے پیچھے چلتے کسی [illegible] ہوئے تھے۔ [illegible] اویس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تو وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ اویس نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ بند کیا اور ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ انکل اس کے برابر والی سیٹ پر براجمان خود کو ایک دم بہت بوڑھا محسوس کرنے لگے تھے۔ وہ کیا کرنے والی تھی یہ تو وہ جان چکے تھے لیکن اب یہاں سے جا کر وہ کیا کرے گی یہ سوچ انہیں شدید پریشان کر رہی تھی۔ گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تھی اور اس میں بیٹھے تینوں ہی افراد کسی نہ کسی فکر میں غلطاں تھے۔

"میں آج کے بعد کبھی ان لوگوں سے نہیں ملوں گی۔ کبھی ان کے گھر نہیں آؤں گی۔" وہ اپنے دل میں مصمم ارادہ کر رہی تھی۔

"لیکن آج کے بعد میں ہوں گی تو کہیں جاؤں گی۔ بس اب اس زندگی کی قید سے چھٹکارا پا لوں گی پھر جس کا جو دل چاہے میرے بارے میں سوچتا رہے۔"

کچھ دیر پہلے جو ایک شرمندگی سی محسوس ہونے لگی تھی وہ ایک دم زائل ہو گئی اور وہ ہلکی پھلکی ہو کر بیٹھ گئی

۔ گاڑی اس کے گیٹ کے سامنے رکی تو وہاں کا [illegible] سا ماحول دیکھ کر اس کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ کسی کو کیا پروا کہ وہ کہاں گئی تھی۔ اگر مر بھی گئی تھی تو کسی کے پاس اتنا وقت نہیں تھا بیٹھ کر اس کا سوگ مناتا یا اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرتا۔ خاموشی سے گاڑی سے اتر گئی اور بغیر ان لوگوں کی طرف دیکھے گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔

"اجالا ایک منٹ رکو۔" اپنے پیچھے انکل کی آواز سن کر وہ رک گئی۔ گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تو وہ گاڑی سے اتر کر اسی کے پاس آ رہے تھے۔

"جو سوال تم نے مجھ سے کیا تھا وہی میں تم سے کر رہا ہوں کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے؟" وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر بولے۔ وہ بہت بدتمیزی کے ساتھ انکار کر کے ان کا دل توڑ دینا چاہتی تھی۔ کیا فرق پڑتا تھا جہاں اتنے بہت سے افراد اسے برا سمجھتے اگر ان میں وہ بھی شامل ہو جاتے۔ اس کی صحت [illegible] ان اپنی سوچ کے خلاف وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"پھر میں تمہیں اس محبت کی قسم دے کر کہتا ہوں تم خود کو ہرگز بھی کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔ اجالا میری جان [illegible] اپنوں کو روتے روتے تھک گیا ہوں اب مجھ میں کوئی دکھ کوئی صدمہ جھیلنے کی ہمت نہیں بچی۔ اویس اور تم ہی اب میری واحد پونجی ہو۔ اس عمر میں مجھے کوئی دکھ نہ دینا۔"

ان کی آنکھوں میں چمکتے آنسو اسے عجیب سے [illegible] میں مبتلا کر گئے۔ اویس گاڑی میں بیٹھا ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔

"صرف میری خاطر تمہیں زندہ رہنا ہے۔ مجھ سے وعدہ کرو تم کوئی غلط حرکت نہیں کرو گی۔" ان کی محبت اس کے اندر کی سوئی ہوئی اس اجالا کو جگا رہی تھی جو محبتوں کی متلاشی تھی۔ جو یہ چاہتی تھی کہ کوئی تو ہو جو اسے پیار کرے بے حد اور بے حساب۔ جس کے لیے وہ بہت خاص ہو۔ جس کے لیے اس کا ہونا بہت اہمیت رکھتا ہو اور اب وہ ہستی اس کے سامنے کھڑی

تھی جس سے اس کا کوئی خونی رشتہ نہیں تھا۔ لیکن خونی رشتوں سے بڑھ کر وہ اسے چاہ رہے تھے۔ وہ کیسے انہیں مایوس کر سکتی تھی۔ بے اختیار اس نے گردن ہلا کر ان سے وعدہ کر لیا تو وہ مطمئن ہو کر گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ جب تک وہ اندر داخل نہیں ہو گئی وہ لوگ وہیں موجود رہے تھے۔

♥ ♡ ♡ ♥

"میں اپنے ماں باپ کی ان چاہی اولاد ہوں ایک ایسی اولاد جسے اس کے والدین نظر انداز کر دیں۔ جس گھر میں میں نے آنکھ کھولی وہاں کسی کو میری ضرورت نہ تھی۔ میرا وجود وہاں کے مکینوں کے لیے باعث زحمت تھا۔ میرے ڈیڈی ایک پڑھے لکھے اور کلچرڈ انسان تھے۔ لیکن صرف دنیا والوں کے لیے بظاہر یہ کلچرڈ اور مہذب انسان اندر سے وہی روایتی مرد تھا جو عورت کا استحصال کر کے اس پر ظلم کر کے اپنی انا کی تسکین کرتا ہے۔ انہیں دنیا میں اگر کسی سے محبت تھی تو ان کی ماں [illegible] جو [illegible] کی آرزو میں دن گن گن کر گزار رہی تھیں اپنے اکلوتے بیٹے کا ولی عہد دیکھنا ان کا اولین اور دیرینہ خواب تھا۔ لیکن خدا کی خدائی کے سامنے ان کا کچھ زور نہ چلا تھا اور میرے ڈیڈی کے ہاں پہلی اولاد بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ دادی بہت ناراض ہوئی تھیں لیکن ڈیڈی نے انہیں سمجھا بجھا کر منا لیا تھا کہ اگلی بار ضرور ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

صبا آپی کے بعد حنا بجو کی پیدائش نے دادی کے ساتھ ساتھ ڈیڈی کو بھی آگ بگولہ کر دیا۔ ان دونوں نے مل کر ممی پر زندگی تنگ کر دی۔ انہیں ہر طرح کی اذیت دی گئی طعنے اور دھمکیاں دی گئیں۔ ڈیڈی کو اپنی دونوں بیٹیوں سے نفرت سی ہو گئی تھی۔ وہ گھر آتے تو بیوی اور بیٹیوں کو برا بھلا کہتے اپنے کمرے میں بند ہو جاتے۔ میری ممی تیسری بار پریگننٹ ہوئیں تو بہت ڈری ہوئی تھیں ان کے اس گھر میں رہنے کا دارومدار اب صرف آنے والے ننھے مہمان پر تھا۔

بیٹی ہونے کی صورت میں انہیں اس گھر سے نکال دیا جانا تھا۔ ڈیڈی چیخ چیخ کر بے شمار مرتبہ انہیں طلاق دے دینے کی دھمکی دے چکے تھے۔ خدا کو بھی شاید ممی کی بے بسی پر ترس آ گیا تھا۔ اس لیے اس بار وہ اپنے شوہر اور ساس کے سامنے سرخرو ہو گئی تھیں۔ ممی نے اس بار جڑواں بچوں کو جنم دیا تھا۔ میں اور میرا بھائی سعود جو مجھ سے تین منٹ چھوٹا تھا۔

میں پیدائشی طور پر بڑی صحت مند اور ہٹی کٹی تھی اور سعود بڑا کمزور مریل اور بیمار سا بچہ۔ ڈاکٹروں نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی زندگی کی طرف سے مایوسی کا اظہار کر دیا تھا۔ تمام گھر والے ہر قیمت پر اس بچے کی جان بچانا چاہتے تھے۔ میری ممی کو اپنا گھر بچانا تھا۔ اس لیے ڈیڈی کو دادی کو خوش کرنا تھا اس لیے اور دادی کو بیٹے کا وارث دیکھنا تھا اس لیے سب کے پاس اسے توجہ دینے کی معقول وجہ موجود تھی۔

ایسے میں کسی کو بھی اس بچی کا خیال نہ آیا جو ماں کی [illegible] گھر میں تنہا پڑی رہتی تھی۔

ایک مہینے ہاسپٹل رہ کر جب سعود ڈاکٹروں کی پیشن گوئی کے باوجود صحت یاب ہو کر گھر آ گیا تو گھر میں گویا خوشیوں کا سیلاب امنڈ آیا۔ وہ سب ہی کا چہیتا اور لاڈلا تھا۔ لیکن ممی اور دادی کا بالخصوص۔ ممی تو اسے ایک لمحے کو بھی اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیتی تھیں۔ وہ ان کے لیے خوشیوں کا پیغام لے کر آیا تھا اس نے انہیں طلاق جیسے منحوس داغ سے بچا لیا تھا تو وہ کیوں نہ اسے چاہتیں۔ ممی کے پاس میرے لیے کوئی وقت نہ تھا۔ انہیں تو شاید یہ بھی بھول گیا تھا کہ سعود کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک بیٹی کو بھی جنم دیا تھا جس کا انہوں نے ابھی تک نام بھی نہیں رکھا تھا۔

میری پیدائش کے دو ماہ بعد میری نانی کوئٹہ سے آئیں تو انہوں نے ہی میرا نام رکھا "اجالا شہریار" میرا نام تو خود میرے لیے ایک لطیفہ ہے۔ جس کی اپنی زندگی اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہو وہ اجالا کیسے ہو سکتی

UrduPhoto.com

ہے۔ نانی نے ممی کو ان کی لاپروائی پر سخت سست سنائیں کہ ان کے غفلت کے نتیجے میں بچی بے یارو مددگار آیا کے رحم و کرم پر پڑی ہے اور جسے گھر والوں کی بے توجہی محسوس کر کے آیا بھی اکثر بھول جاتی ہے۔ کئی دفعہ وہ بچی بھوک سے نڈھال ہو کر بلک بلک کر روتی خود ہی چپ ہو کر سو جاتی ہے اور آیا اس کا دودھ بنانا بھول جاتی ہے۔ ممی نے واضح طور پر اپنی بیزاری کا اظہار کیا اور کہا کہ انہیں اب مزید اولاد کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ پتا نہیں سعود کے ساتھ یہ بھی کیوں پیدا ہو گئی۔ ممی اور ڈیڈی دونوں ہی نے مجھے نظر انداز کر دیا تو نانی مجھے اپنے ساتھ کوئٹہ لے گئیں۔ نانی وہاں میرے ماموں کے گھر میں رہتی تھیں۔ جسے اس کے ماں باپ نہ چاہیں اس سے کوئی اور کیا پیار کرے گا سو ماموں ممانی کا رویہ کوئی خاص اچھا نہ تھا۔ وہ محض نانی کی مروت میں میری اس گھر آمد کو قبول کر گئے تھے۔

ڈیڈی ہر مہینے ایک خطیر رقم میرے اکاؤنٹ میں جمع کروا دیا کرتے تھے۔ [illegible] ہاتھ پکڑے اور [illegible] نے آج اپنی محبت کا اظہار کر دیا کرتی تھیں۔ نانی نے وہیں اسکول میں میرا ایڈمیشن کروا دیا وہ مجھے بہت چاہتی تھیں۔ میرا بہت خیال رکھتی تھیں انہیں بیٹی کی نالائقی اور لاپروائی پر بھی بہت غصہ تھا۔ وقت گزرتا رہا میں آٹھ سال کی ہو گئی۔ اس دوران ممی ڈیڈی کے یہاں ان کے نہ چاہنے کے باوجود بھی دعا پیدا ہو گئی تھی۔ وہ مجھ سے پانچ سال چھوٹی تھی۔ وہ ہوبہو دادی کی کاپی تھی۔ اسی لیے دادی اسے بہت پیار کرتی تھیں۔ اس کے پیدا ہونے کے کچھ ماہ بعد ہی دادی کا انتقال ہو گیا تھا۔

میری آٹھویں سالگرہ کے ٹھیک ایک ہفتے بعد نانی ایک رات ایسی سوئیں کہ پھر اٹھی ہی نہیں۔ مجھ سے محبت کرنے والی واحد ہستی اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی اور میں اکیلی رہ گئی تھی۔ کوئی پرائی اولاد کو کیوں اپنے پاس رکھتا سو ماموں نے مجھے واپس کراچی بھجوا دیا۔ میری واپسی میرے گھر والوں کے لیے صرف اتنی اہمیت رکھتی تھی کہ مجھے ایئرپورٹ پر ریسیو کرنے کے لیے ڈرائیور کو بھیج دیا گیا تھا۔ میری واپسی سے گھر والوں کو کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ میں ممی کے گلے لگنا چاہتی تھی ان کی خوشبو محسوس کرنا چاہتی تھی مگر انہوں نے دور سے میرے سلام کا جواب دے کر میری خیریت پوچھی تھی۔ میں جھجک کر رک گئی تھی۔ ڈیڈی اور بہن بھائیوں کا رویہ بھی میرے ساتھ بڑا لیا دیا سا تھا۔ جیسے میں کوئی آؤٹ سائڈر تھی جو اچانک ان کے گھر آ کر رہنے لگی تھی۔

پتا نہیں مجھے اپنے ساتھ لے جا کر نانی نے اچھا کیا تھا یا برا اس بات کا فیصلہ میں آج تک نہیں کر سکی۔ اگر وہ مجھے ساتھ نہ لے جاتیں تو ہو سکتا تھا میری بھی اس گھر میں کوئی جگہ نکل آتی۔ وہ سب اتنے سالوں سے ایک ساتھ رہ رہے تھے وہ سب ایک تھے اور میں بالکل الگ۔ میرے ماں باپ اور بہن بھائی کسی کو میری ضرورت نہ تھی۔ دادی کی وفات کے بعد اب گھر میں ممی کا رعب تھا وہ اب کوئی ڈری سہمی سی عورت نہ [illegible] سعود سے بے تحاشا محبت کرتی تھیں اس کے آگے ڈیڈی اور ہم بہنوں کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ اگر سعود ان سے کہتا کہ آپ میری خاطر سمندر میں چھلانگ لگا دیں یا آگ میں کود جائیں وہ ایسا کر گزرتیں۔ وہ اس کی محبت میں سب کچھ کر سکتی تھیں اور ڈیڈی اب صرف ایک بزنس مین تھے۔ ہزار کو لاکھ کیسے بنانا ہے اور لاکھ کو کروڑ ان کی سوچ بس یہیں تک محدود تھی۔ انہیں گھر اور بچوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ یہاں تک کہ سعود جس کی خاطر وہ ممی کو طلاق دیتے دیتے رہ گئے تھے انہیں اس سے بھی کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ہاں البتہ دعا سے وہ باقیوں کی نسبت پیار کیا کرتے تھے۔ شاید اس لیے کہ وہ دادی جیسی تھی۔

میں گھر والوں میں شامل ہونا چاہتی تھی۔ میں اپنے آپ کو اس گھر کا ایک حصہ بنانا چاہتی تھی اس لیے میں نے سب کا بہت خیال رکھنا شروع کر دیا۔ ڈیڈی کافی کے شوقین تھے میں رات کو سونے سے پہلے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے کافی بنا کر ان کے لیے لے جایا

UrduPhoto.com

کرتی تو وہ بغیر کچھ کہے کپ میرے ہاتھ سے لے لیتے تھے۔ ہر بار میں سوچتی کہ آج ضرور ڈیڈی مجھے پیار کریں گے اور کہیں گے میری بیٹی کتنی اچھی ہے اپنے ڈیڈی کا کتنا خیال رکھتی ہے مگر میری یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوئی۔

ممی کی محبت حاصل کرنے کے لیے میں نے سعود کا بہت زیادہ خیال رکھنا شروع کر دیا۔ مجھے پتا تھا سعود میں ان کی جان ہے اور ان کی جان مجھے بہت پیاری تھی۔ میں اپنی ساری پاکٹ منی اور بہت سی چیزیں اسے دے دیا کرتی۔ اس کے جرنل پر ڈائی گرام بنا دیا کرتی کہ وہ مجھ سے خوش ہو گا تو ممی خود بخود خوش ہو جائیں گی۔ اپنی بہنوں کا ہر کام نوکروں سے بھی پہلے دوڑ دوڑ کر کر دیتی کہ وہ مجھ سے باتیں کریں میں ان میں گھل مل جاؤں۔ یہاں میں تھوڑی بہت کامیاب بھی ہو گئی۔ صبا آپی اور حنا بجو مجھ سے کچھ مانوس ہو گئیں اور اکثر مجھ سے باتیں بھی کرنے لگیں۔

دعا البتہ سب سے الگ تھی۔ وہ صرف شکل ہی میں نہیں بلکہ عادتوں میں بھی دادی جیسی تھی۔ انہیں کی طرح ضدی اور سرکش۔ اس کا دل چاہتا یا کوئی مطلب ہوتا تو مجھ سے بات کرتی ورنہ مجھے اگنور کر دیتی۔

ڈیڈی نے صبا آپی اور حنا بجو کی شادیاں بہت کم عمری میں کر دیں۔ وہ بلا کے اسٹیٹس کونشس بندے تھے اسی لیے ان کے دونوں داماد ان کی طرح ویل آف فیملیز سے تعلق رکھتے تھے۔ ان دونوں کی شادی کے بعد میں کچھ اور اکیلی ہو گئی لیکن میں نے گھر والوں کا خیال رکھنے والا اپنا رویہ ترک نہیں کیا۔ میں ابھی مانوس نہیں ہوئی تھی۔ مجھے اس گھر میں اپنی جگہ بنانی تھی۔ میں اپنی محبت اور خدمت سے سب کے دل جیت لینا چاہتی تھی۔ میری اطاعت گزاری پر دعا میرا مذاق اڑاتی تھی کہ مجھے کسی مڈل کلاس گھرانے میں پیدا ہونا چاہیے تھا۔ یہ خدمت اور وفا شعاری وغیرہ جیسی لغویات وہاں بہت کار آمد ثابت ہوتی ہیں۔

دن گزرتے رہے۔ میں انٹر کر کے آرٹس اسکول میں آ گئی۔ انہیں دنوں سعود کو ہماری چھوٹی خالہ کی ماریہ سے طوفانی قسم کا عشق لاحق ہو گیا۔ ممی تو بیٹے کی خواہش پر دل و جان سے راضی تھیں لیکن ڈیڈی کو خالہ کا مڈل کلاس گھرانہ اپنے اکلوتے بیٹے کے شایان شان نظر نہ آ رہا تھا۔ لیکن اب ممی کوئی پہلے کی طرح ڈیڈی سے ڈر جانے والی عورت نہ رہی تھیں سو ڈیڈی کے آگے۔ بیٹے کا مقدمہ لڑنے کھڑی ہو گئیں۔ آخر کار ڈیڈی کو ہتھیار ڈالنے پڑ گئے اور اپنے اکلوتے بیٹے کا رشتہ لے کر ایک دس ہزار ماہوار کمانے والے ٹٹ پونجیے کے گھر پہنچ گئے۔ ماریہ اور خالہ اس رشتے پر بہت خوش تھیں۔ سب ہی کو پتا تھا انہوں نے ہاں کرنی ہے۔ بیٹی کے اس زوردار عشق میں وہ برابر کی شریک تھیں۔ انہیں اپنی بیٹی کے لیے ایسا ہی صاحب جائیداد اور اکلوتا داماد خوبرو اور برسرِ روزگار تھا۔ سو انکار کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ لیکن ان کے جواب نے سب کو حیران کر دیا تھا وہ ماریہ کا رشتہ صرف اسی قیمت پر دینے کو تیار تھیں کہ سعود کے ساتھ ساتھ میرا رشتہ بھی خالد کے ساتھ طے کر دیا جاتا۔ وہ بیٹے کی طرح بیٹی کی منگنی کے لیے بھی اسی اصول پر یقین رکھتی تھیں کہ ”جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے۔“ سو انہیں اس سودے بازی میں کوئی برائی نظر نہ آ رہی تھی۔

خالد مکینیکل انجینئرنگ کر کے نوکری کی تلاش میں مصروف تھا۔ ایسا داماد ڈیڈی کے لیے کیسے قابل قبول ہو سکتا تھا۔ گھر میں پھر ایک نئی جنگ چھڑ گئی تھی۔ ممی کو خالد میں ہر خوبی اور ڈیڈی کو ہر خامی نظر آ رہی تھی۔ رہ گئی میں تو مجھ سے اس سلسلے میں کچھ بھی پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی تھی۔ سعود نے ڈیڈی کے انکار پر مشتعل ہو کر گھر چھوڑنے کی دھمکی دی تو ممی روتی ہوئی میرے پاس آ گئیں اور کہنے لگیں کہ میں ڈیڈی کے سامنے اس رشتے میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کروں اور انہیں مجبور کروں کہ وہ ہاں کر دیں۔

مجھے خالد سے کوئی دلچسپی نہ تھی میری تو اس سے بطور کزن بھی بات چیت نہ تھی لیکن ممی کے دل میں اپنی محبت پیدا کرنے کا یہ موقع میں گنوانا نہیں چاہتی

UrduPhoto.com

تھی اسی لیے ان کی بات مان کر ڈیڈی کے پاس چلی آئی۔ وہ میری اس بات پر بہت ناراض ہوئے۔ مجھے کلاس ڈفرنس کے عیوب گنوانے لگے۔ مجھے سمجھانے لگے کہ رشتے ناتوں میں کی جانے والی بلیک میلنگ انہیں بالکل پسند نہیں۔ وہ خالد کے متبادل کے طور پر بے شمار لوگوں کے نام میرے سامنے گنوانے لگے۔ جن سے وہ میری شادی کر سکتے تھے اور جو میرے ہم پلہ بھی تھے۔ لیکن میں ان کے سامنے جم کر کھڑی ہو گئی اور جب تک ان سے اپنی بات منوا نہ لی وہاں سے ہٹی نہیں۔

خالہ اس رشتے کے طے ہو جانے پر بہت خوش تھیں۔ سعود کا ماریہ کے ساتھ اور میرا خالد کے ساتھ نکاح کر دیا گیا۔ ماریہ کو تو بیاہ کر ہمارے گھر آنا تھا۔ لیکن ڈیڈی کبھی بھی اپنی بیٹی کو ایک [illegible] کرے کے ایک معمولی سے گھر میں رخصت نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت میں اسے [illegible] اپنے آپ سے محبت جان کو خوش ہوتی رہی [illegible] آج سوچتی ہوں تو خیال آتا ہے وہ ان کی مجھ سے [illegible] شہریار خان کی بیٹی [illegible] کی ناک نیچی نہ ہو جائے۔ انہوں نے خالد کا اسٹیٹس ہمارے برابر لانے کے لیے فوری طور پر اس کے لیے امریکہ میں اچھی جاب اور رہائش کا بندوبست کیا اور وہاں ایک بہت ہی اچھی فرم میں اس کی نوکری کا انتظام ہو گیا تھا۔ جتنے ڈالرز کی جاب اسے ڈیڈی کے توسط سے ملی تھی وہ تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھے تھے۔ وہ امریکہ چلا گیا اور خالد کے گھر کے حالات بتدریج بدلنے لگے۔

ہمارے درمیان نکاح جیسا مضبوط بندھن قائم ہو جانے کے باوجود اس نے کبھی مجھ سے ملنے یا بات کرنے کی کوشش نہ کی۔ میں اس کے سرد و سپاٹ انداز پر حیران ہوا کرتی تھی۔ میرے سامنے ماریہ اور سعود صبح شام ایک دوسرے سے ملتے، فون پر لمبی لمبی باتیں ہوتیں اور وہ، جس کے ساتھ مجھے زندگی گزارنی تھی میرے وجود سے لاتعلق تھا۔ اس کے اسی رویے کی بدولت میرے دل میں بھی اس کے لیے کچھ خاص قسم کی فیلنگس پیدا نہ ہو سکیں۔ میں ان دنوں اپنے مستقبل سے ڈرنے لگی تھی۔

مجھے لگتا تھا میری زندگی بھی ممی ڈیڈی کی طرح ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور ذلیل کرنے میں گزر جائے گی۔ میں محبتوں کی متلاشی تھی۔ میں بس یہ چاہتی تھی کہ وہ جس کے ساتھ مجھے اپنی زندگی گزارنی ہے چاہے وہ کوئی بھی ہو لیکن مجھ سے بے حد محبت کرتا ہو۔ میرا وجود اس کے لیے خوشی کا باعث ہو۔ وہ بن کہے میرے دل کی ہر بات سمجھ جائے۔ وہ امیر ہو یا غریب لیکن میری عزت کرے مجھے سچا پیار دے اور خالد میں مجھے ایسی کوئی خوبی نظر نہیں آرہی تھی۔

"میرا B.F.A کمپلیٹ ہوا تو میں نے وقت گزاری کے لیے آرٹ اسکول Join کر لیا۔ انہیں دنوں سعود کے اصرار پر ماریہ رخصت ہو کر ہمارے گھر آگئی۔ ورنہ ڈیڈی تو ہم دونوں کی ایک ساتھ شادی کرنا چاہتے تھے۔ خالد اتنی جلدی شادی کے لیے آمادہ نہ تھا سو [illegible] بہت ہی سطحی [illegible] شاید سعود سے بھی محبت بھی نہیں تھی۔ اس کا خواب تو ایک امیر گھرانے کی بہو بننا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے دولت لٹانا اور سیر و تفریح کرنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ اس کی تمام حرکت کسی [illegible] نہیں تھیں۔

دعا سے اس کی بالکل بھی نہیں بنتی تھی۔ لیکن وہ ڈیڈی کی چہیتی کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ دعا اس کے نو دولتی پن کا دل کھول کر مذاق اڑاتی۔ کھانے کی میز پر بیٹھ کر ندیدوں کی طرح پلیٹ لبالب بھر لینے پر دعا اس کو تمسخرانہ نظروں سے دیکھتی۔ میری البتہ اس سے نہ تو کوئی دوستی تھی نہ دشمنی۔

دن گزرتے رہے ڈیڈی کو میری رخصتی کی فکر کچھ زیادہ ہی ستانے لگی تھی۔ ممی البتہ پرسکون تھیں۔ انہیں دنوں میری زندگی آندھیوں کی زد میں آگئی۔ میں نے کبھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا تھا کسی کا دل نہیں دکھایا تھا لیکن خود میرے ساتھ اس سب کے صلے میں کیا ہوا؟ میں ساری زندگی اپنوں کی محبت کی طلب میں

UrduPhoto.com

بھاگتی رہی۔ لوگوں کے دل جیتنے کے لیے خدمت اور فرماں برداری کے ہتھیار استعمال کرتی رہی اور ایک روز مجھے پتا چلا کہ میں سراب کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ میں خالی ہاتھ کھڑی سوچ رہی تھی کہ میرے ساتھ یہ سب کیوں ہوا۔ میں ان چاہی تھی اور اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بھی ان چاہی ہی رہی۔

خالد دو مہینوں کی چھٹی لے کر پاکستان آیا تھا اور جو خبر کسی بم کی طرح میرے اعصاب کو توڑ پھوڑ گئی تھی وہ یہ تھی کہ وہ اپنی چچا زاد نزہت سے شادی کر رہا تھا۔ خالہ نے ڈیڈی کے احتجاج پر خود کو لاتعلق ظاہر کر کے اسے بیٹے کی ضد اور بغاوت قرار دیا تھا۔ ڈیڈی کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ انہوں نے خالد کو اس کی اوقات یاد دلانے کی کوشش کی اور بتایا کہ وہ ہے کیا دو ٹکے کا انسان جسے انہوں نے ترس کھا کر اپنے برابر جگہ دی تھی تو اس نے جواباً "بڑے آرام اور سکون سے مجھے طلاق دے دی۔"

کوئی قصور نہ ہوتے ہوئے بھی میں مجرم بن کر رہ گئی تھی۔ میں نے بوند بوند کر کے جو گھر بنایا تھا وہ میری شادی پر ختم ہوا تھا۔ خالہ کے گھر خالد کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں کل تک جو وہ بیٹے کی ضد اور بغاوت سے ناراض نظر آ رہی تھیں آج بڑے آرام سے اپنی بہو کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ خالہ کے گھر کے کسی بھی فرد کی ہمارے گھر آمد پر مکمل پابندی عائد ہو چکی تھی۔ ڈیڈی ان میں سے کسی کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان کے بقول ممی کا مڈل کلاس گھرانہ اس قابل ہی نہ تھا کہ ان سے کوئی تعلق رکھا جائے۔ ڈیڈی کے منہ سے کلاس کا طعنہ ماریہ کو بہت برا لگا تھا۔ اس نے مجھ سے خوامخواہ کا بیر باندھ لیا تھا۔ اصولاً "تو مجھے اس سے برا سلوک کرنا چاہیے تھا کہ اس کا بھائی میری بربادی کا ذمہ دار تھا مگر ہمارے گھر الٹی گنگا بہہ رہی تھی۔

سعود کو بھی مجھ میں سو طرح کے عیب نظر آنے شروع ہو گئے تھے۔ ڈیڈی نے ماریہ کے علاوہ کسی کو بھی شادی میں شرکت کی اجازت نہ دی تھی۔ اس رات میں ممی کے لیے چائے لے کر ان کے کمرے کی طرف آئی تو اندر سے آتی سعود کی آواز نے میرے قدموں کو جکڑ لیا۔ وہ ممی سے ڈیڈی کے رویے پر احتجاج کر رہا تھا۔ براہ راست ڈیڈی سے ٹکر تو وہ لے نہیں سکتا تھا آخر یہ گھر اور تمام کاروبار ڈیڈی کی ملکیت تھا اور سعود ہرگز بھی اتنا بیوقوف نہ تھا۔ کاش اس روز میں نے ممی اور سعود کی باتیں نہ سنی ہوتیں کم از کم خود اپنی نظروں میں کچھ تو معتبر رہ جاتی ان کی باتوں سے مجھے پتا چلا کہ خالد ایک عرصے سے نزہت کو پسند کرتا تھا۔ خود نزہت بھی اس میں انٹرسٹڈ تھی۔ لیکن اسے اپنے ہی جیسے ایک مڈل کلاس گھرانے میں شادی کرنا منظور نہ تھا۔ اسے دولت، رتبہ، عالیشان مکان اور قیمتی گاڑی چاہیے تھی اور وہ سب کچھ خالد کی چھوٹی موٹی نوکری میں ہونا ممکن نہ تھا۔ ہمارے ہاں سے ماریہ کے لیے رشتہ گیا تو خالد کو اپنے مسئلے کا حل میری صورت میں نظر آیا۔ وہ جانتا تھا کہ سعود ماریہ کے عشق میں بری طرح گرفتار ہے اور اس سے بھی کڑی شرائط اگر رکھی جائیں وہ تب بھی ماریہ ہی سے شادی کرے گا۔ اس نے خالہ کو اس بات کے لیے آمادہ کیا تو وہ بھی بیٹے کی ہمنوا بن گئیں۔ مجھے خالہ، خالد یا نزہت کسی سے کوئی شکایت نہیں۔ دکھ تو مجھے اپنوں کی بے اعتنائی کا تھا۔ سعود اور ممی دونوں خالد کی نزہت سے محبت کے بارے میں آگاہ تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مجھے استعمال کیا جا رہا ہے مجھے سونے کی چڑیا سمجھا جا رہا ہے لیکن سعود کے سر پر ماریہ کا عشق سر چڑھ کر بول رہا تھا اور ممی سعود کی محبت میں اپنی بیٹی کی بازی لگانے کو بھی تیار تھیں۔ خالہ اور خالد انہیں لاعلم سمجھتے تھے لیکن یہ ان کی غلط فہمی تھی۔ ممی کا خیال تھا کہ میرے جیسی امیر باپ کی بیٹی سے شادی ہو گی تو خالد خود بخود نزہت کو بھول جائے گا اور سعود کو مجھ سے صرف اتنی دلچسپی تھی کہ میرے ذریعے وہ اپنا مقصد حاصل کر سکے۔ میری سگی ماں جس نے مجھے اپنی کوکھ سے جنم دیا تھا

UrduPhoto.com

اتنے آرام سے میرے ارمانوں کا خون کر گئی۔ ان کے لیے واقعی محبت اور جنگ میں سب جائز تھا کیا فرق پڑ گیا اگر اس جنگ میں انہوں نے اپنی بیٹی کو ہار دیا۔

سعود اور ممی دونوں ہی کا خیال تھا کہ ڈیڈی بلاوجہ کے لیے اس بات کو ایشو بنا رہے ہیں۔ میرے لیے رشتوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میں کوئی مڈل کلاس کی لڑکی نہیں ہوں منگنی ٹوٹ جانے پر یا طلاق ہو جانے پر جس کے لیے زندگی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ کل تک جو خود اپنے آپ کو طلاق سے بچانے کے لیے ہر قیمت پر ایک بیٹا چاہتی تھیں آج اپنی بیٹی کی طلاق پر ایک آنسو بہائے بغیر بڑے آرام سے ڈیڈی پر تنقید کر رہی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ خالد کی غلطی کی سزا ان کی پوری فیملی کو دینا [illegible] ہے اور پھر اس سے ماریہ کی بھی انسلٹ [illegible] تھی۔

اس روز میں اپنے کمرے میں آ کر پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی خالہ، خالد، نزہت، ماریہ، سعود اور ممی سب نے اپنے اپنے مفاد کے لیے مجھے استعمال کیا تھا [illegible] میں انہیں ان [illegible]۔ میں ایک استعمال ہونے والی شے تھی جس کے نہ کوئی جذبات ہوتے ہیں نہ احساسات۔ میں ان سب کے لیے ایک Cat's paw تھی۔ میری اچھائی میری نیکی اور خدمت کچھ بھی میرے کام نہ آئی تھی [illegible] سے اپنا مطلب نکال کر مجھے کسی فالتو چیز کی طرح ڈال دیا گیا تھا۔ ماریہ کا رویہ بالخصوص میرے ساتھ نہایت ہتک آمیز تھا اسے شاید یہ دھڑکا تھا کہ کہیں کسی روز میرے بھائی کی غیرت یا میری ماں کی ممتا نہ جاگ جائے اور اسے اس گھر سے نکال دیا جائے اس لیے وہ میری دشمن ہو گئی تھی۔ میرے لیے دنیا ختم ہو گئی تھی۔

وہ گھر جس میں میں رہتی تھی میرے لیے ایک جہنم کدہ بن گیا تھا۔ میں آہستہ آہستہ سب سے کٹتی چلی گئی۔ کسی نے میری تبدیلی کی وجہ جاننے کی کوشش نہ کی سب اپنے حال میں مگن خوش تھے۔ انہیں دنوں مجھے پارک میں آپ ملے۔ مجھے نہیں پتا کہ میری کس بات سے متاثر ہو کر آپ میری طرف بڑھے تھے میں جس سے اس کے خونی رشتے کوئی لگاؤ نہ رکھتے تھے اس سے ایک بالکل غیر آدمی بے حد پیار کر رہا تھا۔ پتا نہیں آپ کی چاہت میں کیا جادو تھا کہ میں آپ کی اسیر ہوتی چلی گئی۔ اپنوں کے دیے غم بھی مجھے بھولنے لگے۔ میں نے سوچا کہ ہاں کم سے کم آپ تو مجھ سے سچی محبت کرتے ہیں۔ بالکل بے غرض اور کھری۔ میں آپ کی سنگت میں خوش رہتی تھی۔ آہستہ آہستہ مجھ میں تبدیلی آ رہی تھی۔ میں خوش رہنے لگی تھی۔

تین روز پہلے ماریہ نے اپنے پہلے بچے کو جنم دیا۔ اس کا بیٹا جو بہت صحت مند تندرست پیدا ہوا مگر پیدائش کے دو گھنٹے بعد ہی مر گیا۔ کل وہ ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کر گھر آئی تو آتے ہی میرے کمرے میں آ کر چلانے لگی کہ میں اس معصوم بچے کو کھا گئی ہوں۔ میں اس کے بچے کی پھوپھی نہیں ایک ڈائن ہوں جس نے اپنے بھتیجے کو کھا لیا۔ میں اس کی خوشیوں سے جلتی [illegible] کسی آسیب کی [illegible] میری وجہ سے اسے اس گھر میں اس کا جائز مقام نہیں مل رہا اور پتا نہیں میری جیسی منحوس بلا سے اس کا پیچھا کب چھوٹے گا۔

وہ مجھے اپنے بچے کا قاتل قرار دے رہی تھی اور میرا بھائی میرا ماں جایا خاموش کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وجا اپنے کمرے میں بند میوزک سن رہی تھی اور ممی ڈیڈی کسی ڈنر میں گئے ہوئے تھے۔ وہ ہوتے بھی تو کیا ہو جاتا۔ میں تو پیدا ہی لوگوں کی نفرتیں سمیٹنے کے لیے کی گئی تھی۔ میں ماریہ کا منہ توڑ دینا چاہتی تھی۔ اس دو ٹکے کی لڑکی کو اس کی حیثیت یاد دلانا چاہتی تھی لیکن خاموش کھڑی اس کی ساری بکواس سنتی رہی تھی میرے منہ سے ایک بھی لفظ نہیں نکل سکا تھا۔ پھر جب وہ خاموش ہوئی تو میں گاڑی کی چابی اٹھا کر گھر سے نکل آئی اور پتا نہیں کیسے آپ کے پاس پہنچ گئی۔"

وہ ان کے کندھے پر سر ٹکائے آنسو برساتے ہوئے اپنا دل ان کے سامنے کھول رہی تھی۔ وہ سارا

UrduPhoto.com

وقت بغیر اسے ٹوکے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اس کی ساری بات سنتے رہے تھے۔ صبح انہوں نے ڈرائیور کو بھیج کر اسے بلایا تھا اور وہ بنا چوں چرا کیے چلی آئی تھی۔ وہی کل کے سلوٹ زدہ کپڑوں اور بکھرے بالوں میں وہ ان کے بیڈ روم میں بیٹھی انہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا رہی تھی۔ اویس آفس جا چکا تھا۔ کافی دیر بعد جب اس کے آنسو تھم گئے اور دل قدرے ٹھہر گیا تو اس نے انکل کی آواز سنی وہ کہہ رہے تھے۔

"تمہارا مسئلہ صرف اور صرف یہ ہے کہ تم بہت حساس ہو۔ ہر بات کو بڑی شدت سے محسوس کرتی ہو۔ تم لوگوں کے رویوں پر کڑھتی ہو۔ اگر تم غور کرو تو تمہارے ڈیڈی صرف تمہارے ہی ساتھ نہیں بلکہ اپنے کسی بھی بچے سے ویسی محبت نہیں کرتے جیسی ایک باپ کو کرنی چاہیے۔ تمہاری ممی صرف تمہیں ہی نہیں تمہاری کسی بھی بہن سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتیں۔ تمہاری کوئی اور بہن بھی ہوتی تو وہ اسے بھی سعود کی ... نہیں کیا اور تم کیا سمجھتی ہو وہ سعود کو چاہتی ہیں۔ نہیں وہ اس سے محبت نہیں کرتیں۔ وہ دراصل ایک نفسیاتی مریضہ ہیں۔ تمہارے گھر کے کسی بھی فرد کا رویہ نارمل نہیں۔ تمہارا سارا گھرانہ ایک قسم کے Mental Disosdar کا شکار ہے۔ تمہارے ساتھ جس کسی نے جو بھی کیا سب بھول جاؤ۔ ایک بار میرے کہنے پر سب کو معاف کر دو۔ اپنے دل کی سچائیوں سے سب کو معاف کر دو۔ تم لوگوں کے رویوں پر کڑھنا چھوڑ دو۔ میری بات کا یقین کرو کہ تم اپنے حصے کے تمام دکھ سہہ چکی ہو اور اب زندگی تم پر مہربان ہونے والی ہے۔ خدا اپنے بندوں پر کبھی بھی ان کی برداشت سے زیادہ آزمائش نہیں ڈالتا۔

تم خود دیکھ لینا زندگی اگلے موڑ پر تمہارے لیے کتنی ساری خوشیاں لیے کھڑی ہے۔ تم دونوں ہاتھوں سے خوشیاں، راحتیں اور محبتیں سمیٹو گی۔" وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر بولے تو وہ ان کو بے یقینی سے دیکھ کر رہ گئی۔

"تمہیں مجھ پر اعتبار ہے ناں۔" ان کی بات پر اس نے گردن ہلا دی۔

"تو پھر میری بات پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لو۔ تمہیں زندگی میں وہ سب کچھ ملے گا جو تم چاہتی تھیں۔ اس بات کا یقین میں دلا رہا ہوں تمہیں۔" اور ان کی اس بات پر اس نے واقعی آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا تھا۔ ان کے آگے اپنا دل کیا کھولا تھا اس کا تمام بوجھ ہی ہلکا ہو گیا تھا۔ وہ خود کو بہت ہلکا بہت مطمئن محسوس کرنے لگی تھی۔

اب وہ پارک میں ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بجائے اس سے اس کی اپنی باتیں کیا کرتے۔ وہ اپنے بچپن کی بے شمار چھوٹی چھوٹی باتیں انہیں بتاتی۔ اب اس کے دل پر کوئی بوجھ نہ تھا۔ انہوں نے اس کا بوجھ بانٹ لیا تھا۔ اس نے اپنے گھر سے متعلقہ تمام افراد کو کھلے دل سے معاف کر دیا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ تھامے جو کبھی جائز ... ان تمام باتوں کے باوجود وہ خود ان کے ... بہت ... تھی۔ اسے اویس کا سامنا کرنے سے شرمندگی کا احساس ہوتا تھا۔ اپنی اس روز کی بے اختیارانہ کیفیت اور دیوانگی اسے ان کے سامنے شرمندہ کر گئی تھی۔ انکل کی بات دوسری تھی۔ ان کے سامنے تو وہ کھلی کتاب تھی۔ جو کچھ اس کے دل میں ہوتا وہ فوراً ان سے کہہ دیا کرتی تھی۔ اسی لیے انکل کے کئی دفعہ بلانے پر بھی وہ ان کے گھر نہ گئی تھی۔ اس روز سنڈے تھا جب انکل نے اسے فون کر کے اپنے ساتھ لنچ کرنے کی دعوت دی تھی اور ان کے بے حد اصرار پر بھی وہ آنے کے لیے تیار نہ ہوئی تھی۔ وہ اب کبھی بھی اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کے انکار پر انکل نے مایوس ہو کر فون رکھ دیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

گیٹ سے اندر داخل ہوتے وقت وہ یہی دعا کر رہی تھی کہ اس سے سامنا نہ ہو اور وہ سامنے ہی لان میں بیٹھا نظر آ گیا تھا۔ اپنے حساب سے وہ اس وقت آئی

UrduPhoto.com

تھی جس وقت وہ جمخانہ جایا کرتا تھا مگر وہ لان چیئر پر براجمان ایک ہاتھ میں سگریٹ اور دوسرے میں چائے کا کپ پکڑے گیٹ ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ انکل آج پارک نہیں آئے تھے اور وہ کھڑے کھڑے ان کی خیریت دریافت کرنے چلی آئی تھی۔ اب جبکہ اس نے اسے دیکھ بھی لیا تھا تو سیدھے سیدھے اندر چلے جانا بڑی بد اخلاقی کی بات تھی۔ وہ خود میں اس کو فیس کرنے کی جرات پیدا کرتی لان کی طرف چلی آئی۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ خیر مقدمی انداز میں مسکرایا تھا۔

"کہاں غائب ہو آج کل؟" اس کے قریب آنے پر وہ مسکرا کر بولا۔ اسے تذبذب میں مبتلا دیکھ کر کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔

"بیٹھو۔"

"انکل کہاں ہیں؟" وہ بیٹھنے کی آفر نظر انداز کر کے قصداً اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"اس گھر میں انکل کے علاوہ [illegible] بندہ بھی رہتا ہوں [illegible] لو۔" وہ ناراضگی سے بولا۔ وہ مجبوراً کرسی پر ٹک گئی۔ سگریٹ کے کش لیتا وہ دھواں اڑاتا بڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اپنے حساب سے تو میں نے آج تک ایسی کوئی بات تم سے نہیں کی جس پر تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ۔" وہ حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی تو وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگا۔

"پھر بھی اگر تمہارے خیال سے میں نے کچھ غلط کیا ہے تو مجھے بتاؤ۔ اگر مجھے اپنی کوتاہی محسوس ہوئی تو میں تم سے ایکسکیوز کر لوں گا۔"

"میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔" وہ سر جھکا کر دھیرے سے بولی۔

"پھر تم مجھے نظر انداز کیوں کر رہی ہو؟" وہ اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے ڈر رہی تھی اسی لیے سر جھکا کر بولی۔

"میں پاگل نہیں ہوں جو یہ بات محسوس نہ کر سکوں کہ تم میری وجہ سے یہاں آنے سے کتراتی ہو۔ اس وقت بھی تم اس خیال سے آگئی تھیں کہ میں گھر پر نہیں ہوں گا۔" وہ اس کی بات پر دھک سے رہ گئی۔ اسے اس کے دل کے حال کی خبر کیسے ہو گئی۔ وہ بری طرح پریشان ہو گئی تھی۔ اس بے تحاشا ذہین بندے کے سامنے جھوٹ نہیں بولا جا سکتا یہ بات اس کی سمجھ میں آچکی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔ اچانک ہی خود بخود اس کے ہونٹوں سے یہ جملہ پھسل گیا۔

"مجھے آپ کے سامنے آنے سے شرمندگی ہوتی ہے۔ میرے اس دن کے ایبنارمل بی ہیو پر آپ نے میرے بارے میں کیا سوچا ہو گا۔" وہ جو بڑی سنجیدگی سے اس کی طرف نظریں جمائے بیٹھا تھا اچانک ہی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔ اس نے بڑی حیرت سے اسے [illegible] فاصلہ رکھ کر [illegible] والا جو اپنے اور مقابل کے بیچ ایک لکیر کھینچ کر رکھتا تھا اس وقت بڑی بے فکری سے ہنس رہا تھا۔

"تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں ہر وقت تمہارے ہی بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔" اس نے جیسے اس کی بات کو بہت انجوائے کیا تھا۔ وہ اپنے بے اختیاری میں منہ سے نکل جانے والے جملے پر شرمندگی سے سر جھکا کر رہ گئی تھی۔ وہ مسکراتی نظروں سے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اچانک ہی اسے شدید قسم کا غصہ آنا شروع ہو گیا۔ اسے کس نے حق دیا ہے کہ وہ اس کا مذاق اڑائے وہ کرسی پر سے اٹھ گئی اور آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ اس نے اپنا پیر درمیان میں حائل کر کے گویا اسے جانے سے روکا۔

"میں نے ابھی تمہیں جانے کے لیے نہیں کہا۔" وہ تنبیہی انداز میں بولا۔

"مجھے کہیں جانے کے لیے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ خفا خفا سی اس پر نظر ڈالے

UrduPhoto.com

بغیر بولی۔

"تم شرافت سے بیٹھ رہی ہو یا میں ہاتھ پکڑ کر بٹھاؤں۔" وہ غرایا۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی میں انکل سے ملنے آئی ہوں۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے کرسی پر دھکیلا اور بولا۔

"اپنے سے پچاس سال بڑے انکل تمہیں دوستی کرنے کے لیے بڑے موزوں لگتے ہیں اور صرف پانچ چھ سال بڑے بندے سے تم بات کرنا بھی گوارا نہیں کر رہیں۔ ایسی ان میں کیا بات ہے، جو مجھ میں نہیں۔ کیا ہم اچھے دوست نہیں بن سکتے؟" اس بات پر اجالا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا اس کا بے تکلف انداز اجالا کو حیران کر رہا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا اس کی طرف دیکھ رہا تھا پھر وہ قدرے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے اس سے بولا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا تم اس وجہ سے مجھ سے کترا رہی ہو۔ ایک [illegible] انسان اپنی تکلیف میں، پریشانی یا غم میں اسی کے پاس جاتا ہے جس پر اسے بھروسہ ہوتا ہے۔ جس کو وہ اپنا سمجھتا ہے اگر تم ہمیں اپنا سمجھ کر ہمارے پاس آئی تھیں تو میں کیوں تمہارے بارے میں کوئی فضول بات سوچوں گا۔ ایسا ہر احمقانہ خیال اپنے دل سے نکال دو اور ایک دوست کی حیثیت سے میں تمہیں مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ برداشت، تحمل، رواداری اور اخلاق وغیرہ اچھی چیزیں ہیں لیکن بعض لوگوں پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں پر ان جذبوں کو لٹانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو چپ چاپ ظلم سہتا رہے وہ خود سب سے بڑا ظالم ہوتا ہے۔ اپنے اندر ہمت پیدا کرو۔ کوئی تمہیں تکلیف دے یا ستائے تو تم اس کا منہ توڑ دو۔ مجھ سے دوستی کر کے دیکھو میں تمہیں بالکل اپنے جیسا بنا دوں گا۔ کوئی میرے ساتھ زیادتی کرنے کی جرأت تو کیا ایسا کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ ایسا کرنے والے کو اپنا انجام پتا ہوتا ہے۔"

وہ بڑی سنجیدگی اور بردباری سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بول رہا تھا۔ شاید انکل اسے اس کے بارے میں سب کچھ بتا چکے تھے۔ اس کے بات کرنے کا انداز اتنا اچھا تھا کہ وہ اپنا آپ اس کے سامنے ظاہر ہونے پر کوئی پریشانی محسوس کیے بغیر بولی۔

"لیکن انکل تو کہتے ہیں کہ سب کو معاف کر دو۔"

"ہر جگہ معافی تلافی سے کام نہیں چلتا۔ ٹھیک ہے ابھی تم نے معاف کر دیا لیکن پھر سے کوئی تمہیں دکھ دے تو زیادہ نیک پروین بننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اپنا حق چھین لو۔ کسی کو اپنا استحصال نہ کرنے دو۔ خاموشی سے بیٹھ کر آنسو بہانے اور سپر سینسٹو ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اسے ایک بہت ہی مختلف سبق پڑھا رہا تھا۔

"کچھ آیا سمجھ میں یا سر کے اوپر سے گزر گیا۔" وہ اسے بغور اپنی طرف دیکھتا پا کر مسکراتا ہوا بولا۔ اس نے کوئی جواب دیے بغیر اس پر سے اپنی نظریں ہٹا لیں اور سامنے کیاری میں بہار دکھاتے للی اور چاتا روز پر نظریں مرکوز کر دیں۔

"ویسے آپ کے انکل اپنے جگری دوست فاروقی صاحب کے ہاں گئے ہوئے ہیں اور وہاں یقیناً "شطرنج کی بساط بچھی ہو گی۔ رات سے پہلے ان کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے۔" وہ اس کے جواب نہ دینے کا برا مانے بغیر انکل کے بارے میں بتانے لگا تو اسے اپنی یہاں موجودگی بڑی فضول لگی۔

"اچھا پھر میں چلتی ہوں۔"

"بیٹھی رہو ابھی سکون سے۔ جانے کی جلدی تو ایسے مچائی ہو جیسے مسئلہ کشمیر و چیچنیا تمہارے ہی ہاتھوں آج ہی حل ہونا ہے۔" اس نے جھڑکنے والے انداز میں کہا تو وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

"کل پاپا جانی کا برتھ ڈے ہے اور میں اس میں تمہیں انوائٹ کر رہا ہوں۔" اس کی بات پر وہ خوش ہو کر بولی تھی۔

"آپ لوگ کیا کوئی فنکشن وغیرہ کرتے ہیں۔"

"نہیں خالی میں اور پاپا جانی ہم دونوں ہمیشہ ہی ایک دوسرے کی سالگرہ سیلیبریٹ کرتے ہیں۔ ہم دونوں

UrduPhoto.com

کے علاوہ اس میں کوئی تیسرا نہیں ہوتا۔ اس مرتبہ میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ ویسے سالگرہ میری ہو یا پاپا جانی کی ڈنر ہوتا انہیں کی طرف سے ہے۔ انہیں اپنے سے چھوٹوں سے تحفہ لینا پسند نہیں ہے اس لیے گفٹ لانے کی زحمت مت کرنا۔ میں بھی تمہاری طرح خالی ہاتھ شرکت کروں گا۔ پھر تم آرہی ہو۔"
اس کی بات پر اس نے پرزور انداز میں گردن ہلا کر ہامی بھری تھی۔

"کیک میں بیک کرکے لاؤں گی اس پر تو وہ ناراض نہیں ہوں گے۔" اس کی بات پر وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"ڈیپنڈ کرتا ہے کہ وہ کیک بنا ہوا کیسا ہے۔ اگر اچھا ہوا تو یقیناً "ناراض نہیں ہوں گے۔" اس بات پر اس کے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"اب آپ جا سکتے ہیں تو جا سکتی ہیں میری بات ختم ہو گئی ہے۔" وہ فوراً ایسے کھڑی ہوئی جیسے اس سے پہلے کسی نے باندھ کر بٹھایا ہوا تھا اور خدا حافظ کہتی گیٹ کی طرف [illegible] جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

رات اس نے دو گھنٹے صرف کرکے بڑی محنت اور لگن سے ایک خوب صورت سا ہینڈ میڈ کارڈ بنایا پھر اگلے روز صبح ہی بڑے اہتمام سے کچن میں گھس گئی۔ ان کا من پسند کیک بیک کیا اسے بڑی خوب صورتی سے سجایا درمیان میں Many Happy returns of the day لکھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے اپنے آج کے پہننے کے لیے کپڑوں کا انتخاب کیا۔ آج ایک طویل عرصے بعد اس کا بہت اچھی طرح سے ڈریس اپ ہونے کا دل چاہ رہا تھا۔ آخر یہ سالگرہ اس ہستی کی تھی جسے وہ بے حد پیار کرتی تھی تو کیوں نہ اہتمام کرتی۔ آف وائٹ کاٹن کی قمیص شلوار جس کی شرٹ پر ہم رنگ کڑھائی اور شیشے کا بڑا نفیس اور نازک سا کام بنا ہوا تھا ساتھ خوب لمبا سا آف وائٹ دوپٹہ پہن کر اس نے سوٹ سے مناسبت رکھتی ہلکی سی جیولری پہنی۔ بہت عرصے بعد میک اپ

کیا اور شانوں تک آتے بالوں کو جنہیں وہ زیادہ تر کلپ یا بینڈ میں جکڑ کر رکھتی تھی برش کرکے یونہی کھلا چھوڑ دیا۔

ان کے گھر جانے کے لیے نکلی تو پہلے ایک فلاور شاپ سے پھولوں کا ایک حسین سا گلدستہ خریدا پھر اس کے بعد ان کے گھر چلی آئی۔

انکل لاؤنج میں بیٹھے کسی سے فون پر بات کر رہے تھے۔ اسے اتنی سج دھج کے ساتھ ایک ہاتھ میں بکے اور دوسرے میں کیک اٹھا کر لاتے دیکھ کر وہ اپنی اگلی بات بھول گئے۔ ایک دو سیکنڈ کے سکتے کے بعد انہوں نے جلدی سے فون خدا حافظ کہہ کر بند کیا اور اس کی سمت توجہ کی۔ وہ ان کی حیرت پر مسکراتی ہوئی ان کے قریب چلی آئی اور کیک ٹیبل پر رکھ کر ان کے گلے میں اپنی بانہیں ڈال کر گنگنائی۔

"Happy birthday to you۔" وہ اس کا ماتھا چومتے ہوئے ہنس کر بولے۔

[illegible] بے تکلفی سے [illegible] ہمارے گھر میں اماں پھر رہی ہیں۔" وہ ان کی شرارت پر ہنس پڑی اور بولی۔

"میں اچھی لگ رہی ہوں ناں۔"

"مجھے تم ہمیشہ ہی اچھی لگتی ہو سوال البتہ آج پہچانی نہیں جا رہیں۔ ویسے تمہیں آج کے دن کا پتا کیسے چلا۔" وہ اس کے کندھے کے گرد اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے بولے۔

"مجھے اویس نے بتایا تھا بلکہ انہوں نے ہی مجھے انوائیٹ کیا تھا۔" وہ ان کے ہاتھ میں بکے اور کارڈ پکڑاتے ہوئے بولی۔

"بہت ہی خوب صورت پھول ہیں۔" انہوں نے پھولوں کی خوشبو محسوس کی پھر اس کے بعد اس کے بنائے ہوئے کارڈ کو خوب غور و فکر سے دیکھ کر اسے آرٹ کا نادر نمونہ قرار دیا اور کارڈ اور کارڈ بنانے والی دونوں کی شان میں زمین آسمان کے قلابے ملائے۔

"تمہیں بلا کر وہ حضرت خود تو ابھی تک گھر سے غائب ہیں۔" انکل نے ان کی غیر موجودگی کے بارے

UrduPhoto.com

میں بتایا۔ اس نے کیک کھول کر نکال کر رکھا۔ پھر کچن سے جا کر پلیٹیں، چمچے اور پیٹرنائف لا کر وہیں ٹیبل کے اوپر رکھ دی وہ خاموشی سے بیٹھے اس کی تمام کارروائی دیکھ رہے تھے۔ وہ کیک کے اوپر کینڈلز لگا رہی تھی جب اویس نے لاؤنج میں قدم رکھا۔ بلیک سوٹ پہنے ایک ہاتھ میں بریف کیس اور دوسرے میں موبائل تھامے وہ پاپا جانی کو سلام کرتے کرتے ٹھٹک کر رک گیا۔ اسے اندر آتا دیکھ کر وہ بھی کینڈل سے توجہ ہٹا کر اسی کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اپنے چہرے پر ایک لمحے کے لیے پھیلنے والے ستائشی تاثرات کو فوراً چھپاتے ہوئے وہ بڑے نارمل طریقے سے پاپا جانی اور اس سے سلام دعا کرتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

دس پندرہ منٹ بعد وہ کپڑے چینج کر کے آیا تو انکل نے کیک کاٹا۔ اپنے ہاتھ سے پہلے اسے اور پھر اویس کو کیک کھلایا۔

"چلو اجالا اب تم کیک سرو کرو۔" انکل نے اسے ہدایت دی تو وہ [illegible] انکل اور اسے پ[illegible] کے پاس ہی بیٹھ [illegible]۔ اویس ٹیبل کے اوپر رکھے ہوئے کارڈ کو دیکھ کر کہنے لگا۔

"یہ تم نے بنایا ہے؟" اس نے [illegible] گردن ہلا دی۔

"کتنا خوب صورت کارڈ بنایا ہے اجالا نے دیکھو میں ایسے ہی اس کی تعریف نہیں کرتا۔" انکل نے اویس کو مخاطب کیا تو وہ مسکرا کر رہ گیا۔ وہ خاموشی سے کیک کھانے میں مصروف تھی۔

"وہ بھی اجالا مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ یہ کیسی لگ رہی ہے۔" وہ پھر اویس سے مخاطب ہوئے تھے۔

"اف یہ انکل بھی کبھی کبھی کتنی بری طرح شرمندہ کروا دیتے ہیں۔ اس کے سامنے یہ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔" وہ سر جھکائے کچھ بوکھلائی ہوئی بیٹھی تھی۔ اویس نے ایک تفصیلی نظر اس کے چہرے پر ڈالی پھر ان سے مخاطب ہوا۔

"پھر آپ نے کیا جواب دیا؟" وہ اس طرح پوچھ رہا تھا جیسے یہ کوئی بہت ہی اہم اور سنجیدہ سا مسئلہ ہے جس کا حل کیا جانا بے حد ضروری ہے۔

"میں نے کیا کہنا تھا ظاہر ہے وہ بے حد اچھی بہت اچھی خوب صورت ذہین گریس فل اسے مزید کسی تعریف کی کیا ضرورت ہے۔" وہ سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ نظریں نیچی کیے بیٹھی تھی۔ اسی وقت لاؤنج میں رکھے فون کی بیل بجی۔ اویس نے ریسیور اٹھایا تو انکل کے کسی جاننے والے کی کال تھی۔ وہ اٹھ کر فون پر بات کرنے لگے تو اویس اس سے بولا۔

"میں بھی سوچ رہا ہوں کہ گندا میلا رہنا شروع کر دیتا ہوں۔ پھر جب اچانک کسی دن نہا دھو کر صاف ستھرے حلیے میں نظر آؤں گا تو میرے اوپر بھی تعریفوں کے پھول نچھاور کیے جائیں گے۔" اس نے [illegible] اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکراتا ہوا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ویسے یہ کس بیچارے بیکری کی کاوشوں کو اپنے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔" اس کی بات پر وہ بری طرح چڑ گئی۔

"[illegible] یہ کیک کسی بیکری سے لائی ہوں۔"

"میں نے یہ کب کہا۔" وہ [illegible] سے بولا۔ اس کی ناراضی کے [illegible] دیکھ کر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"کیا میری سالگرہ پر تم میرے لیے بھی اپنے ہاتھ سے بنا کر کارڈ اور کیک لاؤ گی؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"ہاں اور پھر یہ سنوں گی کہ یہ کیک کس بیکری سے اور کارڈ کسی آرٹسٹ سے بنوا کر اپنے نام سے دے رہی ہوں۔" وہ اس کی الزام تراشی پر ناراض ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ مستقل مسکرائے جا رہا تھا۔ انکل فون کر کے فارغ ہو گئے تو بولے۔

"چلو ڈنر کے لیے چلیں۔ آج اجالا کی پسند کی جگہ ہم لوگ ڈنر کریں گے۔" کچھ دیر بعد وہ لوگ گاڑی میں بیٹھے میریٹ جا رہے تھے۔ راستے میں وہ انکل سے اپنے بزنس سے متعلق امور ڈسکس کرنے لگا تو وہ

UrduPhoto.com
Scanned by Sanam

خاموشی سے بیٹھی اردگرد کا جائزہ لینے لگی۔ ہوٹل پہنچ کر وہ تینوں ایک ساتھ چلتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

اپنے لیے میز منتخب کر کے بیٹھ گئے تو ویٹر آرڈر لینے آگیا۔ انکل نے ان دونوں کو آرڈر کرنے کے لیے کہا اس نے اپنی پسند کی دو تین چیزیں بتا دیں اور اویس نے اپنی پسندیدہ ڈشز یعنی مختلف سلاد اور جھینگے وغیرہ کا آرڈر کر دیا۔

"تم اتنے تکلف سے کیوں کھا رہی ہو۔" انکل اسے تھوڑے سے چاول پلیٹ میں ڈالے دیکھ کر ٹوکنے لگے۔

"آپ بے فکر رہیں انکل میں تکلف نہیں کر رہی۔" وہ انہیں اطمینان دلانے لگی۔

"میرا خیال ہے اجالا تکلف نہیں بلکہ ڈائٹنگ کر رہی ہے۔" اویس نے کولڈ ڈرنک کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"میں اکثر سوچتا تھا کہ یہ اتنی سوکھی تنکا سی کیوں ہے۔ اب پتا چلا ڈائٹنگ کر رہی ہے۔" اویس کی بات پر اجالا نے اسے گھور کر آنکھوں میں دیکھا اور بولی۔

"آپ ہر وقت میرے بارے میں کیوں سوچتے رہتے ہیں۔ دنیا میں میرے علاوہ اور بھی بہت سے غور طلب مسائل ہیں۔" انکل نے اپنی پلیٹ سے توجہ ہٹا کر ایک نظر اجالا کو اور ایک نظر اویس کو دیکھا۔ ایک طرف کسی پرانی بات کا بدلہ چکا لینے کی خوشی تھی تو دوسری طرف ایک محظوظ سی مسکراہٹ۔ وہاں اس وقت کسی گزری ہوئی بات کے حوالے سے جملہ اچھالا گیا تھا جس سے وہ قطعاً "لاعلم" تھے۔ کمال ہے بچوں نے اتنی ترقی کر لی اور مجھے پتا بھی نہیں چلا انہوں نے خود کو ڈانٹا۔ جو بھی تھا ان دونوں کی ایک دوسرے سے بے تکلف بات چیت انہیں خوش کر رہی تھی۔ جن دو لوگوں کو وہ ساری دنیا میں سب سے زیادہ چاہتے تھے اور ان کے حوالے سے انہوں نے کتنے ہی خواب دیکھ ڈالے تھے ان کی یہ نوک جھونک انہیں مسرت بخش رہی تھی۔

وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگا تھا لیکن اس کی آنکھوں سے جھانکتی شرارت اور لبوں کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ کسی بات کو بہت انجوائے کر رہا ہے۔

اپنے خیال سے اس نے اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس کی مسلسل شوخ سی مسکراہٹ اسے کوفت میں مبتلا کرنے لگی۔ وہ تو چڑنے کے بجائے بڑا خوش نظر آرہا تھا۔ واپسی میں وہ گاڑی چلاتا بیک ویو مرر کے ذریعے ایک آدھ نظر اس کے پھولے ہوئے منہ پر بھی ڈال لیتا اور خواہ مخواہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔ گاڑی اس کے گیٹ کے سامنے رکی تو وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ اسی وقت سامنے ایک اور گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکی تھیں۔ اجالا نے سامنے دیکھا تو سعود اور ماریہ بیٹھے نظر آئے۔ چوکیدار نے گاڑی کا ہارن سن کر گیٹ کھول دیا تھا لیکن وہ گاڑی اندر لے جانے کے بجائے وہیں روک کر گاڑی سے اتر کر ان لوگوں کی طرف چلا آیا۔ اس کی نظر ابھی اویس پر نہیں پڑی تھی۔ وہ اجالا کو دیکھ رہا تھا اور اویس تب تک گیٹ کے نزدیک پہنچ گیا اور بڑی گرم جوشی اور سرخوشی کے عالم میں اویس سے مخاطب ہوا۔

"ارے اویس تم؟ اور ہمارے گھر۔" اویس گاڑی سے اتر کر اس سے ہاتھ ملانے لگا۔ شوہر کو کسی کے ساتھ اتنی خوش گواری سے ملتے دیکھ کر ماریہ بھی ادھر ہی چلی آئی۔

"یہ اتنے ہینڈسم بندے کے ساتھ اجالا کا کیا کام۔" اس کے چہرے کی حیرت اور ناگواری چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ اویس کا سعود کی گرم جوشی کے جواب میں روکھا پھیکا اور فارمل سا انداز تھا۔ اس کا وہی مخصوص انداز جس کی بدولت سامنے والا اس سے بے تکلف ہونے کی ہمت نہیں کر پاتا تھا۔ کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ کچھ دیر پہلے یہ بندہ اتنی بے تکلفی سے جملے کستا مسکرا رہا تھا۔

"یہ اجالا تو بڑی ہی بد اخلاق ہے۔ آپ لوگوں کو اندر آنے کے لیے بھی نہیں کہا۔" اویس کے آگے

UrduPhoto.com
oneurdu.com

تقریباً" بچھتا ہوا سعود اسے اس وقت ہمیشہ سے بھی زیادہ برا لگا۔ "کاش سعود تم اتنے کمینے نہ ہوتے اور اگر ایسے ہی تھے تو کم از کم میرے بھائی نہ ہوتے۔" اس کا خوشامدانہ اور چاپلوس انداز اجالا کا حلق کڑوا کر رہا تھا۔ اسی وقت سعود کی نظر برابر کی سیٹ پر بیٹھے انکل پر پڑی تو اویس نے بڑے عام سے انداز میں تعارف کروا دیا۔

"میرے گرینڈ فادر سید مبشر لودھی" سعود اب ان سے بچھ بچھ کر سلام دعا کر رہا تھا۔ ان کی قیمتی گاڑی اور شاندار پرسنلٹی سے ماریہ یہ اندازہ تو لگا چکی تھی کہ شوہر کسی غلط آدمی پر فدا نہیں ہو رہا اس لیے خود بھی اپنی ساڑی کا پلو سنبھالتی مسکراتی ہوئی کھڑی تھی۔ سعود کے بے حد اصرار سے اندر بلانے پر ان لوگوں نے معذرت کرتے ہوئے اجازت چاہی تھی۔

اویس نے ایک گہری نظر اس کے ناراض اور کوفت زدہ چہرے پر ڈالی اور گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔ اندر آتے ہی سعود نے اس سے پوچھا تھا۔

"تم اویس [illegible]"

"میرے ان سے فیملی ٹرمز ہیں۔" وہ مختصر جواب دے کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ انکل کی ہدایت کی بدولت اس نے سب کے ساتھ نارمل طریقے سے بات چیت شروع کر دی تھی۔ ناشتے اور کھانے کی میز پر بھی گھر والوں کے ساتھ بیٹھنے لگی تھی۔

"تم مبشر لودھی کی فیملی کو کب سے جانتی ہو۔" صبح ناشتے کی میز پر ڈیڈی نے پتا نہیں کتنے عرصے بعد اسے براہ راست مخاطب کیا تھا۔

"بہت عرصے سے۔" وہ سعود کی اتنی جلدی خبر پہنچانے پہ حیران تھی۔ یہ سعود تو B.B.C اور وائس آف امریکہ سے بھی کہیں آگے ہے۔ وہ دل ہی دل میں اسے سراہنے لگی۔ ڈیڈی اب ممی سے مخاطب تھے۔

"بہت بڑے گروپ آف انڈسٹریز کا تنہا وارث ہے یہ اویس لودھی۔ آج کل بزنس سرکل میں سب سے ہاٹ ایشو اس کی شادی بنی ہوئی ہے۔ ایسے لوگوں سے تو خالی دوستی ہونا بھی کسی فائدے سے خالی نہیں۔ کتنے ہی بڑے بڑے خاندان اپنی بیٹیوں کا رشتہ اس سے طے کرنا چاہتے ہیں مگر اس کا خود کا انٹرسٹ کس طرف ہے یہ واضح نہیں ہو پا رہا۔"

ماریہ نے بڑی جیلس نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو اس کا خوامخواہ قہقہہ لگا کر ہنسنے کو دل چاہنے لگا۔

"نہیں فیز فائیو میں گھر ہے اس کا ایسا کرو اجالا ان لوگوں کو اس سنڈے کو ڈنر پر انوائیٹ کر لو۔" ڈیڈی نے پہلے ممی اور بعد میں اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ ایک دم میز پر بیٹھے تمام لوگوں کو اپنے سے اونچی کوئی خاص چیز لگنے لگی تھی۔ وہ مرکز نگاہ بنی تھی تمام کیمروں کا رخ اس کی طرف تھا۔ سوائے دعا کے اس وقت ٹیبل پر گھر کے تمام افراد موجود تھے۔

"آپ لوگ نفع نقصان سے قطع نظر بھی انسان کو انسان سمجھ کر کیوں نہیں ملتے۔ اس سے ملو یہاں سے فائدہ ہوگا۔ اس سے نہ ملو کوئی فائدہ نہیں۔ اسے کچلتے ہوئے گزر جاؤ۔ اسے دھکیل کر اپنے لیے راستہ بناؤ۔ اگر کبھی [illegible] اپنے [illegible] تو آپ لوگ اتنے گھٹیا کیوں ہیں۔" وہ دل ہی دل میں سب سے مخاطب تھی۔ ڈیڈی کو اس نے جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔

"میں اس جنم میں انہیں کبھی بھی نہ بلاؤں۔ یہ رشتے اور تعلق میں نے بڑی مشکلوں سے حاصل کیے ہیں میں آپ لوگوں کی خود غرضی کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گی انہیں۔" وہ عزم مصمم کر چکی تھی۔ سعود ڈیڈی سے کہہ رہا تھا۔

"اپنے آپ پر بڑا غرور ہے اسے۔ اپنے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتا۔"

سعود کی بات پر وہ اس کی طرف غور سے دیکھنے لگی تھی۔ "کل اسی مغرور ہستی کے سامنے تم بچھ بچھ جا رہے تھے۔ تمہارا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے آگے لیٹ جاؤ اور کہو کہ سر آئیے میرے اوپر سے گزر کر جائیے۔" وہ دل ہی دل میں اس سے کہہ رہی تھی۔

"وہ جیسا بھی ہے تم لوگوں کی طرح منافق اور دغاباز

نہیں ہے۔" وہ ناشتے کی ٹیبل پر سے اٹھ گئی تھی۔

وہ اب انکل سے کوئی بات نہیں چھپاتی تھی انہوں نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ہر بات انہیں بتائے گی۔ کبھی بھی ان سے کچھ سیکرٹ رکھنے کی کوشش نہیں کرے گی اسی لیے وہ انہیں اپنے گھر والوں کے تازہ ترین رویے کے بارے میں بتانے کے لیے بے چین تھی۔ اسی بنا پر وہ اگلے روز شام کے وقت ان کے گھر چلی آئی تھی۔ گو آج چھٹی کا دن تھا لیکن اب اسے اویس کا سامنا ہونے پر کسی قسم کی شرمندگی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہاں پہنچی تو پتا چلا کہ انکل کے کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں اور وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ان کے ساتھ گپ شپ میں مصروف ہیں۔ وہ ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ اکیلے لاؤنج میں بیٹھے بور ہونے لگی تو وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئی۔ ارادہ تو یہ تھا کہ اسٹڈی میں بیٹھ کر کسی کتاب کا مطالعہ ہی کر لیا جائے لیکن کوریڈور [illegible] آتی بڑی خوب [illegible] اپنی گرفت میں لے لیا۔ گٹار پر بڑی خوب صورت سی دھن بجائی جا رہی تھی۔ وہ بے اختیار آگے بڑھ کر اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو سامنے فلور کشن پر بیٹھے اویس کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ وہ بڑے [illegible] میں اپنے ارد گرد سے غافل گٹار بجا رہا تھا۔ وہ فوراً ہی دروازے سے پلٹ جانا چاہتی تھی کہ اویس کی نظر اس پر پڑی۔

"اجالا۔" وہ اسے دیکھ کر کچھ حیران ہوا تھا۔

"ایم سوری مجھے پتا نہیں تھا یہ آپ کا بیڈ روم ہے۔" وہ اپنی بد تہذیبی پر شرمندہ ہوئی فوراً وہاں سے چلی جانا چاہتی تھی۔ کسی کے کمرے میں بغیر ناک کیے جانا یقیناً کوئی قابل تعریف فعل نہیں تھا۔ لیکن کمرے کا مالک اس کے اس طرح آنے کا برا مانے بغیر بولا۔

"کم آن اجالا یہ تم اتنی فارمل کب سے ہو گئی ہو اور اب اگر آ ہی گئی ہو تو اندر تو آ جاؤ۔" وہ اندر آنے میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہی تھی۔

"آپ آ بھی چکو۔" وہ دوبارہ اصرار کرنے لگا تو وہ کچھ شرمندگی کے عالم میں اندر آ گئی اور اس کے سامنے رکھے فلور کشن پر بیٹھ گئی۔

"تم کب آئیں۔ مجھے پتا نہیں چلا۔" وہ پوچھنے لگا تو وہ جواب میں بولی۔

"ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہے۔ انکل کے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اسٹڈی میں کوئی کتاب پڑھ لوں گی۔ یہاں سے گزرتے ہوئے گٹار کی اتنی اچھی اور خوب صورت دھن کی آواز آئی تو میں ادھر آ گئی۔" اس کی بات پر وہ ہنس پڑا۔

"تمہیں میوزک میں انٹرسٹ ہے۔" وہ گٹار سائڈ میں رکھتا ہوا [illegible] بولا تو اس نے گردن ہلا دی۔

"آپ نے کیا کہیں سے سیکھا ہے گٹار بجانا۔"

"ارے نہیں بھئی یہ تو بس [illegible] شوقیہ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ یہ میرا بچپن کا شوق ہے۔ کالج [illegible] محفل میں [illegible] سنایا کرتا تھا۔ آج تو کئی سالوں کے بعد اچانک ہی میرا دل چاہا تو گٹار نکال کر خود کو چیک کر رہا تھا کہ مجھے بجانا یاد بھی ہے یا بھول گیا۔"

"[illegible] آپ کا اسٹائل تو بڑا پرفیکٹ بلکہ پروفیشنل قسم کا ہے۔" اس کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔

"بس میری اور تعریف مت کرنا ورنہ میں واقعی آسمان پر چڑھ جاؤں گا۔" جواب میں وہ بھی ہنس پڑی تھی۔ بے اختیار کھلکھلا کر ہنستے اس نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔

"تم ہنستے ہوئے اچھی لگتی ہو۔" فوراً ہی اس کی ہنسی کو بریک لگ گئے تھے۔ وہ اس کی کنفیوزی شکل کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر یہاں تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اپنی تعریف پر خوش ہوتی اور مجھے تھینکس تو ضرور ہی کہتی۔" وہ اس سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔ اس کا دل چاہا جلدی سے اٹھ کر یہاں سے

UrduPhoto.com

بھاگ جائے۔ ”میں اتنے سال پڑھائی کی وجہ سے یہاں سے دور رہا لیکن ہمیشہ یہی سنتا تھا کہ ہمارے ہاں کی لڑکیاں بڑی شرمیلی اور مشرقی قسم کی ہوتی ہیں۔ جب واپس آیا تو پتا چلا کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں کی لڑکیوں نے تو یورپ اور امریکہ کی خواتین کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ایسے میں تم جیسی چیزیں شاید اللہ تعالیٰ نے مثال دینے کے لیے چھوڑ دی ہیں۔“ وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے بول رہا تھا۔

”ویسے تم ہو کیا چیز۔ مجھے تو تم چودھویں یا پندرہویں صدی کی کوئی بھٹکی ہوئی روح معلوم ہوتی ہو۔ اس زمانے میں تمہارا کیا کام؟“ اس کی بات پر وہ کچھ ناراض لہجے میں بولی۔

”میں نے آپ سے اپنے بارے میں کوئی رائے تو نہیں مانگی۔ میں جیسی ہوں ٹھیک ہوں۔“ وہ اس کی ناراضگی کو خاطر میں لائے بغیر کہنے لگا۔

”پاپا جانی مجھے [illegible] کر اجالا کے ساتھ اپنی [illegible] شرم سے لال گلابی ہوتا چہرہ دیکھنے کے لیے۔“

وہ اس کی نظریں اپنے چہرے پر محسوس کر کے قصداً ”کمرے میں ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگی۔ وہ کچھ دیر بڑے غور سے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا پھر ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

”میں نے تمہاری کوئی خاطر مدارات تو کی نہیں۔ آخر تم پہلی مرتبہ میرے کمرے میں آئی ہو۔“ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ اٹھا اور بیڈ روم ریفریجریٹر سے پیپسی کے دو کین نکال لایا۔ ایک اس کے ہاتھ میں پکڑا کر دوسرا خود لے کر بیٹھ گیا۔ اپنے سامنے رکھی ڈرائی فروٹس کی پلیٹ بھی اس کی طرف کھسکا دی ”لو۔ اب میں تمہیں اپنی پسندیدہ دھن سناؤں؟“ وہ صرف اپنے گلے پڑے شرمیلے پن کا لیبل اتارنے کے لیے گردن ہلا گئی۔ وہ دو تین گھونٹ میں پیپسی ختم کر کے گٹار اٹھا کر بجانے لگا اور جس وجہ سے وہ کھنچی ہوئی اس کمرے تک چلی آئی تھی وہ کچھ ایسی بے جا بھی نہیں تھی۔ وہ اتنا اچھا گٹار بجا رہا تھا کہ وہ بڑی دلچسپی اور شوق سے گٹار بجاتا سنتی رہی اس نے اپنی پسندیدہ دھن مکمل بجائی تو وہ بے اختیار بول اٹھی۔

”بہت خوب۔“

”تمہیں اچھا لگا۔“ وہ مسکراتے ہوئے پوچھنے لگا۔

”بہت اچھا۔“ وہ کھلے دل سے تعریف کر گئی۔ وہ کچھ کہے بغیر ایک اور دھن بجانے لگا۔ وہ خاموشی سے بیٹھی گٹار کے تاروں کو چھوتے اس کے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ پوری طرح کھوئی ہوئی اسے سن رہی تھی۔

”تمہیں کس قسم کا میوزک پسند ہے؟“ وہ دوسری دھن بجا چکا تو اس سے پوچھنے لگا۔

”مجھے آپ کی طرح میوزک کی زیادہ سمجھ تو نہیں ہے لیکن بس جو بھی کانوں کو اچھا لگے۔ تیز تیز اچھلتے کودتے گانے مجھے اچھے نہیں لگتے۔ سلو اور لائٹ میوزک اچھا لگتا ہے۔“ وہ اپنی پسند بتانے لگی۔

”اچھا تمہارے فیورٹ [illegible] کون کون ہیں؟“ اس کی بات پر وہ [illegible] بولی۔

”مجھے نیو نور اور جنید جمشید بہت پسند ہیں۔“

”چلو تو پھر تمہیں تمہارے فیورٹ سنگرز کا کچھ سناتے ہیں۔“ وہ ایسے بول رہا تھا جیسے وہ بطور خاص صرف اس کا گٹار سننے یہاں آئی تھی اور وہ خود بھی بڑی فرصت کے ساتھ سنانے کے لیے کب سے تیار بیٹھا تھا۔ پھر وہ جنید جمشید کا ”اعتبار بھی آ ہی جائے گا۔ چلو تو سہی“ بجانے لگا۔ اس کے بعد ”تیرے لیے ہے میرا دل میری جان۔“ بجانے لگا۔ وہ بڑی محویت کے ساتھ اس کے ردھم میں کھوئی ہوئی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ اویس نے گٹار روک کر ”یس کم ان“ کہا تو اخلاق اندر آ گیا۔ اس پر نظر پڑی تو کہنے لگا۔

”صاحب اور میں دونوں مل کر آپ کو پورے گھر میں ڈھونڈ رہے تھے۔ اب میں اویس بھائی سے آپ کا پوچھنے آیا تھا۔“ اس کی بات سن کر وہ فوراً ”کھڑی ہو گئی۔

”کل کے مہمان چلے گئے۔“

"جی کب کے اب تو وہ ہم لوگوں کو ڈانٹتے ڈپٹتے آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔" وہ دانت نکال کر بولا۔ وہ جلدی سے کمرے سے باہر نکل آئی۔ انکل سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے تو ان کی طرف چلی آئی۔

"کہاں غائب ہو گئی تھیں۔ میں پریشان ہو گیا کہ اجالا آخر مجھ سے ملے بغیر اور کچھ کہے بغیر کیسے چلی گئی۔" وہ اپنے اتنی دیر تک وہاں بیٹھنے پر کچھ شرمندگی محسوس کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں یہیں تھی۔"

"یہیں کہاں تھیں یہ بھی تو بتاؤ۔"

"آپ تو اپنے مہمانوں میں مصروف تھے اور میں آپ کی لاڈلی کو کمپنی دے رہا تھا۔" اس نے اپنے پیچھے اویس کی آواز سنی۔ انکل اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔

"کمپنی کس طرح دے رہے تھے لطیفے تو تمہیں آتے نہیں اور باتیں تم اتنی بور کرتے ہو کہ وہ میں ہی بمشکل برداشت کر رہا ہوں۔"

"پوچھ لیں ا[illegible] ہے۔" وہ اسے درمیان میں گھسیٹنے لگا تو وہ انکل سے کہنے لگی "نہیں [illegible] نے مجھے بالکل بھی بور نہیں ہونے دیا۔" آخر اس نے اتنی دیر تک کسی پروفیشنل گٹار بجانے والے کی طرح اسے اچھا خاصا محظوظ کیا تھا وہ اس کی برائی کیسے کر سکتی تھی۔

"تم اس کی کچھ زیادہ ہی فیور نہیں کرنے لگیں۔" انکل نے اسے بغور دیکھتے کہا تو وہ کچھ دیر پہلے سنے کمنٹس کو بھلائے دوبارہ کچھ نروس سی ہو گئی۔ صحیح کہتی ہے دعا، میں کسی مڈل کلاس بلکہ لوئر مڈل کلاس گھرانے کے لیے بڑی سوٹ ایبل تھی۔ وہ خود کو برا بھلا کہہ رہی تھی۔

"حق بات آپ کو فیور لگ رہی ہے۔ وہ بچی ہے اس لیے سچائی کا ساتھ دے رہی ہے۔" اسے مشکل میں پڑتا محسوس کر کے وہ فوراً میدان میں اتر آیا۔

"او ہو تو آپ بھی......" انکل کی بات پر اویس تو بڑی بے فکری سے ہنس پڑا تھا جبکہ وہ ان دادا پوتا کے بیچ سینڈوچ بنی اپنے آج کے آنے کو کوس رہی تھی۔ انکل نے اس کے چہرے پر ایک تفصیلی نظر ڈالی اور بولے۔

"چلو نیچے لاؤنج میں چل کر بیٹھتے ہیں پھر آرام سے باتیں کریں گے۔" وہ اب مزید اسی طرح کی باتیں سننا نہیں چاہتی تھی لیکن اس طرح اٹھ کر جا بھی نہیں سکتی تھی اس لیے نیچے ان لوگوں کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔ اویس کو اپنے کسی دوست سے ملنے جانا تھا سو وہ پانچ دس منٹ بعد ہی ایکسکیوز کرتا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد انکل بھی اپنی معنی خیز گفتگو سے باز آ گئے تو اس نے سکون کا سانس لیا اور انہیں اپنی آمد کی وجہ بتانے لگی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ تھکی ہاری ابھی ابھی گھر پہنچی تھی۔ ان دنوں فائنل ایئر کے تھیسس ڈسپلے کی وجہ سے وہ بہت مصروف تھی۔ اس وقت بھی شام کے چھ بجے اس کی [illegible] اپنے کمرے میں جا رہی تھی جب اس نے اپنے پیچھے دعا کی آواز سنی۔

"اجالا تمہارا فون ہے۔" وہ لاؤنج [illegible] کھڑی ریسیور ہاتھ میں لیے اس سے بولی تو وہ واپس سیڑھیاں اتر کر لاؤنج میں آ گئی۔ [illegible] ریسیور اس کے ہاتھ میں پکڑا کر وہیں لاؤنج میں بیٹھ کر میگزین دیکھنے لگی۔ اس نے ریسیور کان سے لگایا تو دوسری طرف سے آتی اویس کی آواز کو سن کر وہ حیران رہ گئی۔

"آپ تو نیو یارک گئے ہوئے تھے۔"

"ساری زندگی کے لیے نہیں گیا تھا۔ آخر کار مجھے واپس بھی آنا تھا۔" وہ بڑا چہک کر بولا تو وہ اس کے فون کرنے کی وجہ سوچتے ہوئے کہنے لگی۔

"سب خیریت تو ہے ناں انکل کیسے ہیں۔"

"آپ کے انکل آپ کی جدائی میں آہیں بھر رہے ہیں کہ میں نے اپنی لاڈلی کی شکل تین دن سے نہیں دیکھی۔ تم آج کل ہو کہاں۔" وہ ناراضی سے کہہ رہا تھا۔

"فائنل والوں کے تھیسس ڈسپلے کی وجہ سے

UrduPhoto.com

مصروفیت بہت زیادہ ہے۔ لیکن میری کل تو انکل سے بات ہوئی تھی۔" وہ اپنی مصروفیت کی وجہ بتانے لگی۔

"پانچ دن ہو گئے ہیں مجھے آئے ہوئے تمہیں اتنی توفیق بھی نہیں ہوئی کہ آ کر خیریت ہی پوچھ لو۔" وہ اس کے شکوے پر ہنستے ہوئے بولی۔

"آپ کون سا دو سال بعد آئے ہیں۔ صرف دس دن میں تو آ گئے ہیں اور اس طرح کے بزنس ٹورز تو آپ کے مہینے میں پتا نہیں کتنی بار ہوتے ہیں۔ اس میں خیریت پوچھنے والی کون سی بات ہے۔"

"تم بس میرا دل جلایا کرو۔ کل پوری شام یہ سوچ کر نہیں گیا کہ شاید محترمہ آ جائیں۔ اچھا دیکھو میں تمہارے لیے دو چار چیزیں لایا تھا۔ تم نے تو نہ آنے کی قسم کھائی ہے شاید اسی لیے میں ڈرائیور کے ہاتھ وہ چیزیں بھجوا رہا ہوں۔" وہ خفگی بھرے انداز میں بولا تو وہ اس کے اپنائیت بھرے شکوہ شکایت پر کچھ حیرت زدہ سی ہوئی۔

"آپ نے خواہ مخواہ تکلیف کی۔" وہ اس کی بات پر ہوا غرایا۔

"میں نے اس کی کیا ضرورت تھی اور آپ کو بات ہوئی جیسی باتیں سننے کے لیے فون نہیں کیا تھا صرف یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے وہ چیزیں قبول کر کے میرے اوپر احسان عظیم کر دو۔ خدا حافظ" وہ اپنی بات مکمل کرتے ہی فون رکھ چکا تھا وہ بھی جواب میں ایک گہری سانس لیتی ہوئی فون رکھ کر پلٹنے لگی تو دعا پر سے نظریں ہٹا کر بولی۔

"یہ اویس وہی لودھی گروپ آف انڈسٹری والا ہی ہے نا۔" وہ اس کی بات پر ہنستے ہوئے بولی۔

"کمال ہے یہ اویس اتنی مشہور و معروف شخصیت کب سے ہو گیا کہ لوگ اسے نام سے پہچاننے لگے۔" وہ اس کی بات نظرانداز کر کے کہنے لگی۔

"کیا اسی کو ڈنر پر انوائیٹ کرنے کی بات ڈیڈی کل تمہیں یاد نہیں کروا رہے تھے۔" ڈیڈی نے اس روز کے بعد دو تین مرتبہ اسے یاددہانی کروائی تھی کہ وہ ان لوگوں کو کھانے پر بلائے۔ اس نے دعا کی بات پر سر ہلا دیا "وہ تو بڑا مغرور سا بندہ ہے۔ تمہارے ساتھ اس کے کس قسم کے تعلقات ہیں۔" وہ اس کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"ہم اچھے دوست ہیں۔" اس سے کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی کہ اسی وقت ملازم ایک شوپر ہاتھ میں لیے اس کی طرف آتا نظر آیا تو چپ ہو گئی۔ وہ اس کے ہاتھ سے بیگ لیتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس کی بھیجی ہوئی تمام چیزیں بستر پر پھیلائے وہ سوچ رہی تھی کہ کیا میں اتنی اہم ہوں کہ کوئی مجھے یاد رکھے۔ اپنی مصروفیت میں بھی اسے میرا دھیان رہے۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ "اہم ہونا خوب صورت ہے، خوب صورت ہونا اہم نہیں" اور آج اس جملے کا مطلب اس کی سمجھ میں مکمل طور پر آ گیا تھا۔ کیا میں بھی کسی کے لیے اسپیشل ہو سکتی ہوں۔ وہ شخص جو اپنے آگے اچھے اچھوں کو خاطر میں نہیں لاتا اسے میری پرواہ ہے۔ انکل آپ [illegible] زندگی [illegible] موڑ پر میرے لیے بہت سی خوشیاں لیے کھڑی ہے۔ اس وقت میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میری خوشیوں کا ہر در آپ ہی کے گھر میں کھلتا ہے۔ مجھے شاید اب زندگی میں وہ سب کچھ ملنے والا ہے جو میں چاہتی تھی سچی محبت، خلوص اور اپنائیت۔

اس نے اپنی زندگی کے چھبیس سال محبتوں کی تلاش میں گزارے تھے اور اب اچانک ہی اس پر چاروں طرف سے محبتوں اور چاہتوں کے پھول برسنے لگے۔ انکل کی شفقت اور محبت کے ساتھ ساتھ ایک بالکل ہی مختلف قسم کی محبت سے وہ پہلی بار روشناس ہوئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اگلے روز وہ اپنی تمام تر تھکن اور مصروفیت کے باوجود ان کے گھر چلی آئی تھی۔ وہ کسی ڈنر میں گیا ہوا تھا۔ کچھ دیر انکل سے گپ شپ لگا کر وہ اس کے لیے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہوا تھینک یو کا کارڈ اس کے کمرے میں جا کر میز پر رکھ آئی تھی۔

UrduPhoto.com

ناشتے کی میز پر وہ تمام گھر والوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی جب حمیدہ نے اسے بتایا کہ اس کا فون ہے۔ وہ مسکراتی ہوئی کرسی پر سے کھڑی ہو گئی۔ فون اٹینڈ کیے بغیر بھی وہ جانتی تھی کہ دوسری طرف کون ہے۔ اس کے ہیلو کے جواب میں وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تمہارے بھینک کا تھینک۔" اس کی بات پر وہ بھی ہنس پڑی تھی "رات کو میں دیر سے آیا تھا ورنہ اسی وقت تمہیں فون کرتا۔ ابھی بھی آفس جانے کی تیاری کرنے کے ساتھ ساتھ تمہیں فون کر رہا ہوں۔ کیا تم یقین کرو گی کہ میں اس وقت ٹائی باندھتا ہوا تم سے بات کر رہا ہوں۔" اس بات پر وہ حیرت سے بولی۔

"ایک ہاتھ سے ٹائی باندھ رہے ہیں؟"

"نہیں باندھ تو دونوں ہاتھوں سے رہا ہوں۔ موبائل میں نے کندھے کے سہارے کان سے لگایا ہوا ہے۔" وہ اپنی کیفیت کا خوب مزہ لیتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"چیک کر لیجئے گا کہ کہیں بات کرنے میں ناٹ صحیح نہ بنی ہو اور آفس پہنچنے پر آپ کی خوب صورت سی سیکریٹری آپ کی ٹائی پر ہنسنے لگے۔" وہ شرارتی انداز میں بولی تو وہ کہنے لگا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میری سیکریٹری بہت خوب صورت ہے۔" بڑا سنجیدہ سا لہجہ تھا۔

"میں نے صرف خوب صورت کہا تھا۔ بہت کا اضافہ آپ نے خود کیا ہے۔" وہ اس کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔

"اچھا میں اپنے جملے میں سے لفظ بہت کو ہٹا رہا ہوں۔ وہ صرف خوب صورت ہے۔" اسی وقت اس نے دوسری جانب اخلاق کی آواز سنی تھی وہ اسے ناشتے کے لیے بلانے آیا تھا۔

"پاپا جانی ناشتے پر میرا انتظار کر رہے ہیں اس لیے خدا حافظ۔" وہ عجلت بھرے انداز میں بولا تو وہ بھی خدا حافظ کہہ کر فون بند کرنے لگی کہ اچانک وہ بول پڑا تھا۔

"کل سنڈے ہے اور تم نے کل ہر قیمت پر گھر آنا ہے اور اگر تم نہیں آئیں تو میں تم سے اچھی طرح سمجھ لوں گا۔" اس کی دھمکی پر وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"دیکھوں گی اگر ٹائم ملا تو آؤں گی۔" پھر اس کے جواب سنے بغیر اس نے لائن منقطع کر دی تھی۔

"کس کا فون تھا؟" وہ واپس ٹیبل پر آئی تو دعا نے پوچھنے لگی۔ باقی تمام لوگ ناشتہ کر کے اٹھ چکے تھے۔ اسے یہ بلاوجہ کی پوچھ پچھ پسند نہ آئی۔ جب ان لوگوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی انہیں بھی کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میرے ذاتی معاملات میں انوالو ہوں۔

"اولیس کا تھا۔" اس نے اپنی ناگواری چھپانے کی کوئی کوشش نہ کی تھی اسی لیے لہجہ بڑا روڈ اور بدتمیز تھا۔

"تم اسے پسند کرتی ہو؟" دعا نے آملیٹ کھاتے ہوئے پوچھا تو وہ بڑے غصے سے بولی۔

"میرا اس سے جو بھی تعلق ہے۔ تمہیں اس کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پلیز مائنڈ یور اون بزنس۔"

"تم خوامخواہ ناراض ہو رہی ہو۔ میں اسے پہلے سے جانتی ہوں اس لیے اتنا انٹرسٹ شو کر رہی تھی۔" ہمارے انسٹیٹیوٹ میں ایکسٹینشن لیکچر دینے آیا تھا ایک مرتبہ۔ میں تو تب سے اسے جانتی ہوں۔ اس کی کزن فائزہ میری کلاس فیلو ہے۔ وہ اکثر اس کے بارے میں باتیں کرتی رہتی ہے۔ پھر ایک مرتبہ سر علوی کی دی ہوئی اسائنمنٹ کے سلسلے میں کچھ گائیڈ لینے کے لیے بھی میں اور فائزہ اس کے آفس گئے تھے۔ فائزہ بتا رہی تھی کہ اوپر اوپر سے بڑا لیا دیا اور سوبر نظر آتا ہے اندر سے ایک نمبر کا فلرٹ ہے۔ اوپر سے دولت اور شکل صورت بھی خدا نے کچھ زیادہ ہی اچھی دے دی ہے اس لیے اسے خوب اچھی طرح کیش کراتا ہے۔" وہ اس کی بات کا بھی کوئی نوٹس لیے بغیر ناشتہ کرتی رہی تو وہ بھی چپ ہو گئی۔

"ان فائزہ صاحبہ کو اس نے منہ نہیں لگایا ہو گا اس لیے اس کے بارے میں الٹا سیدھا پروپیگنڈا کرتی پھر رہی ہیں۔" اسکول جاتے ہوئے گاڑی ڈرائیو کرتے

UrduPhoto.com

نے سوچا تھا۔ وہ اتنا ڈیسنٹ ہے اتنا کلچرڈ اور وہ کبھی ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔ اس نے حتمی طور پر سوچا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ ان کے گھر پہنچی تو دن کے گیارہ بج رہے تھے۔ انکل اور اویس دونوں ہی لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ اویس اسے دیکھ کر بڑے بھرپور انداز میں مسکرایا تھا۔

"یہ سورج آج کدھر سے نکلا ہے۔ اتنی مصروف شخصیت ہمارے گھر آئی ہے۔" انکل نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

"پرسوں شام میں تو آئی تھی انکل آپ کی یادداشت کو کیا ہو گیا ہے۔"

"کل کیوں نہیں آئیں... میں پارک میں بھی انتظار کرتا رہا۔" انہوں نے شکوہ کیا۔

"کل میں اتنے دنوں کی تھکن اتار رہی تھی۔" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے... دیکھ کر اس نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ کیا بور چیز دیکھ رہے ہیں آپ؟"

"ارے بڑا زبردست میچ آرہا ہے۔ پاکستان اور ساؤتھ افریقہ کا فائنل ہے۔ پاکستان نے بڑا اچھا ٹارگٹ دیا ہے۔ دو سو نوے کا ٹارگٹ وہ مشکل ہی سے پورا کر سکیں گے۔ اوپر سے پاکستان کا مضبوط بولنگ اٹیک۔" انکل نے اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔

"یہ مصیبت سارا سال ہی پیچھے پڑی رہتی ہے اور ہماری قوم کو تو کہیں کا نہیں چھوڑا اس کرکٹ فوبیا نے۔" اس نے اپنی ناپسندیدگی کا واضح اظہار کیا۔

"تم لڑکیوں کے تو بڑے فیورٹ ہوتے ہیں یہ کرکٹرز بلکہ تم ہی لوگ انہیں آسمان پر چڑھا کر کوئی خلائی مخلوق بنانے میں پیش پیش ہوتی ہو۔ میں نے کل ہی پڑھا تھا کہ ایک بیچارے کرکٹر نے لڑکیوں کی فون کالوں سے تنگ آکر پندرہویں دفعہ اپنا موبائل نمبر اور سولہویں دفعہ گھر کا فون نمبر تبدیل کروایا ہے۔" اویس نے اسکرین پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"صرف چند بیوقوف اور نیم پڑھی لکھی لڑکیوں کی حرکتوں کی وجہ سے آپ تمام لڑکیوں کو ایسا نہیں کہہ سکتے۔ زیادہ تر لڑکیاں پڑھے لکھے اور ذہین لوگوں کو اپنا آئیڈیل بناتی ہیں۔" وہ خاصا برا مان کر بولی تھی۔

"یعنی میرے جیسوں کو۔" وہ اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ انکل ان دونوں کی بات چیت سے محظوظ ہوتے مسکرا رہے تھے۔

"بڑی خوش فہمی ہے آپ کو اپنے بارے میں۔" سنجیدگی سے بولی۔

"پھر تمہاری ڈکشنری میں پڑھا لکھا اور ذہین کیسا شخص ہے؟"

وہ غصے سے بولا تو وہ اس کے غصے کو خاطر میں لائے بغیر کہنے لگی۔

"انکل جیسا اس لیے کہ وہ خود کو ذہین پوز نہیں کرتے بلکہ وہ ہیں ہی ذہین۔" اس کی بات پر انکل قہقہہ لگا کر ہنس پڑے ... خوش ہو گیا ... انجوائے کر رہے تھے۔ اسی وقت ساؤتھ افریقہ کا وہ بیٹر آؤٹ ہو گیا تو انکل اور اویس دوبارہ ٹی وی کی جانب توجہ مبذول کر گئے۔ وہ کچھ بور ہو کر پاس رکھا اخبار اٹھا کر دیکھنے لگی۔ وہ دونوں بڑے انہماک سے میچ دیکھ رہے تھے۔ انکل سائڈ میں رکھے سنگل صوفے پر بیٹھے تھے جبکہ وہ اور اویس برابر والے صوفے پر بیٹھے تھے۔ اس کے اور اویس کے درمیان ڈھیر سارے اخبارات رکھے ہوئے تھے۔ شاید اسے چھٹی والے دن بہت سے اخبارات کا مطالعہ کرنا اچھا لگتا تھا۔ وہ اخبار میں اپنے پسندیدہ صفحے پر موجود مختلف پزلز حل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ لفظ Preconceive کے ALPHABET سے بننے والے دوسرے الفاظ بنانے کی کوشش کرنے لگی۔ بڑی کوششوں کے بعد بھی صرف پندرہ لفظ ہی بن پائے تو وہ اویس سے بولی۔

"Preconceive میں اسے بننے والے کوئی الفاظ بتائیں۔"

UrduPhoto.com

"اپنے جینئس انکل سے پوچھو۔" وہ اس کی طرف نظر ڈالے بغیر بولا تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ انکل سے جیلس ہو رہے ہیں؟" وہ اس کی بات کے جواب میں دانت پیستا ہوا دھیمی آواز میں بولا۔

"تمہیں تو میں بعد میں بتاؤں گا۔" انکل ان دونوں کی سرگوشیانہ گفتگو سے لاتعلق میچ دیکھنے میں مگن تھے۔ ان دونوں کی میچ میں اتنی دلچسپی دیکھ کر وہ وہاں سے کھڑی ہو گئی اور یونہی چہل قدمی کرتے ہوئے کچن تک آ گئی۔ یہاں آ کر خیال آیا بور ہونے سے بہتر ہے کچھ پکا لیا جائے۔ دوپہر کے کھانے کی تیاری کرتا شاہد جلدی جلدی کام نمٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ شاید اس کا انٹرسٹ بھی میچ ہی میں تھا۔ اس نے شاہد کو کچن سے فارغ کیا اور خود کچھ پکانے کے بارے میں سوچنے لگی۔ چکن کڑاہی کے لیے پیاز کاٹتے ہوئے وہ زور و شور سے آنسو بہا رہی تھی جب اویس کچن میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا؟" [illegible] ہوا اس کی طرف بڑھا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا، پیاز کاٹ رہی ہوں۔" وہ شرٹ کی آستین سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"اتنے اسٹوپڈ کام کرنے کی ضرورت کیا ہے، چھوڑو اسے۔" وہ اس کے ہاتھ سے پیاز لے کر رکھنے لگا۔

"کیا ہے، خود تو میچ دیکھ رہے ہیں۔ میں اکیلی بور ہو رہی ہوں۔" وہ ناراضگی سے بولی۔

"اچھا تم آؤ تو سہی۔ اب بور نہیں ہونے دوں گا۔ تو تمہیں Preconceive سے بہت سے لفظ بنواؤں۔" وہ اسے اصرار سے چلنے کے لیے کہنے لگا۔

"اب میرا موڈ کھانا پکانے کا بن چکا ہے اور اب میں یہاں سے چکن کڑاہی پکا کر ہی نکلوں گی آپ جائیں۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی تو وہ کندھے اچکا کر اسے اس کے حال پر چھوڑ کر واپس لاؤنج میں چلا گیا۔ چکن چڑھ گئی تو وہ کل ہی ایک اٹالین شیف کی ٹی وی پر سکھائی گئی اٹالین اسٹائل کی سلاد بنانے لگی۔ لاؤنج سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد انکل اور اویس کی آوازیں بھی آ رہی تھیں وہ میچ پر رواں تبصرہ کر رہے تھے۔

وہ تمام کاموں سے فارغ ہوئی تو دو بج رہے تھے۔ ان لوگوں کو تو شاید کرکٹ کی دھن میں کھانا کھانا بھول گیا تھا لیکن خود اسے بڑی سخت بھوک لگ رہی تھی۔ اس لیے جلدی جلدی کھانا لگانا شروع کر دیا۔ کھانا لگ گیا تو انہیں بلانے کے لیے آ گئی۔ "کیا پک رہا ہے بھئی بڑی زبردست خوشبو آ رہی ہے۔" انکل نے اسے دیکھ کر کہا۔

"آپ کھا کر بتائیے گا۔" وہ باہر ہوتی ہوئی بارش دیکھ کر ونڈو کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ دو تین منٹ تک باہر کا نظارہ کرنے کے بعد ان سے بولی۔

"انکل مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" وہ اسے چمکارتے ہوئے کہنے لگے۔

"[illegible] لیے" اویس کی طرف دیکھے بغیر انہوں نے جواب دیا تو وہ بری طرح چڑ کر آگے بڑھی اور ٹی وی آف کر دیا۔ اس کی اس حرکت پر انکل ہنستے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ اویس پہلے ہی اٹھ کر شاید ہاتھ دھونے جا چکا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر کرسی سنبھال کر انکل نے حیرت کا اظہار کیا۔

"اتنی جلدی تم نے اتنی چیزیں بنا لیں یہ کڑاہی سلاد اور ویجیٹیبل رائس۔"

"جی ہاں دیکھ لیں میں کتنی سگھڑ اور سلیقہ مند ہوں۔" وہ اپنی تعریف کرنے لگی۔ اویس اس ستائش نامے سے بے نیاز اپنی پلیٹ میں سلاد ڈال کر کھانا شروع ہو گیا تھا۔ اس نے اور انکل نے بھی کھانا شروع کر دیا۔ اویس پلیٹ میں چاول ڈالنے لگا تو انکل اسے ٹوکتے ہوئے بولے۔

"سلاد اور لو بے چاری نے اتنی محنت سے تمہاری وجہ سے بنائی ہے۔" ان کی آنکھوں سے جھانکتی شرارت اسے حسب معمول نروس کرنے کے لیے کافی تھی۔ اویس نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی

UrduPhoto.com

اور ان سے بولا۔

"شکر ہے کچھ تو میرے لیے بھی ہے۔ ورنہ یہاں

تو ہر بات انکل سے شروع ہو کر انکل ہی پر ختم ہو جاتی ہے۔" اس کی بات کے جواب میں ان کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

"اجالا کچھ جلنے کی بو نہیں آ رہی آس پاس سے؟" انہوں نے اس گفتگو میں اسے بھی شامل کرنے کی کوشش کی۔ وہ ان دونوں کی نظریں اپنے چہرے پر مرکوز محسوس کر کے کچھ جھنجلا گئی۔ ایک تو یہ ان دادا پوتے کی بہت بری عادت ہے کہ دونوں ہی بلا کے منہ پھٹ ہیں۔

"جلنے کی نہیں بیک ہونے کی آ رہی ہے۔ میں اوون میں brownies بیک ہونے کے لئے رکھ کر آئی ہوں۔" اس نے اپنے چہرے کے تاثرات کو سنجیدہ بناتے ہوئے کچھ دیر پہلے کی معنی خیز فضا کا تاثر ختم کرنے کی کوشش کی۔ انکل بے اختیار ہنس پڑے تھے جبکہ اولیس نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر انکل نے اس سے کافی کی فرمائش کی۔ کافی اور براؤنیز ٹرے میں رکھ کر لائی تو وہ دونوں آپس میں کچھ بات چیت کر رہے تھے۔

براؤنیز چکھنے کے بعد انکل اس سے کہنے لگے۔

"تم اچھی طرح ہماری عادتیں خراب کروا دو۔ پہلے ہی شاہد کے پکائے ہوئے کھانے کچھ اتنے اچھے نہیں لگتے تھے لیکن اب تو برداشت سے باہر ہو گئے ہیں۔"

"آپ اگر معقول معاوضہ دینے کا وعدہ کریں تو میں شاہد کو کھانا پکانا سکھا کر آپ کا یہ مسئلہ حل کر سکتی ہوں۔" اس نے جواب میں آفر کی۔

"اس مسئلے کا میں نے ایک اور حل سوچ رکھا ہے جس میں یہ معاوضے وغیرہ جیسی زحمت بھی نہیں اٹھانی پڑے گی۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ سکون سے ایسی بغیر ان کی بات پر کوئی رد عمل ظاہر کیے کافی پیتی رہی۔ انکل اس کے سنجیدہ چہرے پہ نظر ڈال کر مسکرا دیے۔ اولیس بڑی خاموشی سے کافی کے سپ لے رہا تھا۔ اپنا کپ خالی کر کے وہ اٹھتے ہوئے بولی "اچھا میں چلتی ہوں انکل۔"

"اتنی جلدی ابھی کچھ دیر تو اور رکو۔" وہ اصرار کرنے لگے۔

"جلدی کہاں تین بج گئے ہیں۔" وہ گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"گاڑی لائی ہو؟" انکل نے اس خیال سے پوچھ لیا کہ وہ اکثر پیدل بھی آ جایا کرتی تھی۔

"نہیں! اتنا اچھا موسم ہو رہا تھا میں واک کرتے ہوئے آئی تھی۔" اولیس اس کی طرف دیکھتا ہوا کھڑا ہو کر بولا۔

"بارش ہو رہی ہے میں چھوڑ آتا ہوں۔" وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر شاید گاڑی کی چابی لینے اپنے کمرے میں گیا تھا۔ وہ اس کی آفر کے جواب میں دوبارہ انکل کے برابر میں بیٹھ گئی۔

"تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ کوئی بھی بات مجھ سے نہیں چھپاؤ گی۔" انکل نے اسے مخاطب کیا تو وہ فوراً بول پڑی۔

"میں نے آپ سے کوئی بات نہیں چھپائی۔"

"اچھا کھاؤ قسم کہ تم نے مجھ سے کوئی بات نہیں چھپائی۔" اس کا دل بہت تیز دھڑکنے لگا تھا۔ انکل کے سامنے اولیس والی بات کا اقرار کرنا اس کے لئے جان جوکھوں کا کام تھا۔ وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کچھ روٹھے لہجے میں بولے۔

"اگرچہ کہ یہ میرے دل کی دیرینہ خواہش تھی۔ مگر تم نے اسے مجھ سے سیکرٹ رکھ کر میرا دل دکھایا ہے۔"

"انکل پلیز ناراض مت ہوں۔" وہ انہیں ناراض کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے پریشان حال چہرے پر نظر پڑی تو کچھ نرم پڑتے ہوئے بولے۔

"اولیس اچھا ہے ناں' سب سے اچھا۔" اور جواب میں اس نے گردن ہلا دی تھی۔ اسی وقت وہ واپس آ گیا تھا۔ انکل کو خدا حافظ کہہ کر وہ اس کے ساتھ باہر نکلی تو بارش کچھ ہلکی ہو چکی تھی۔ وہ موسم کی خوبصورتی اور

UrduPhoto.com

رعنائی محسوس کرتے ہوئے اس سے بولی۔
"کتنا اچھا موسم ہو رہا ہے۔ آپ رہنے دیں میں پیدل ہی چلی جاؤں گی۔" وہ گاڑی کا لاک کھولتا ہوا اس کی طرف گھوما۔
"محترمہ یہ دسمبر کی بارش ہے۔ بیمار پڑنے کا زیادہ ہی شوق ہو رہا ہے۔"
"کوئی نہیں میں بیمار ہوتی۔ اس موسم کو انجوائے نہ کرنا اعلیٰ درجے کی بدذوقی ہے۔" وہ اس کی تردید کرتی۔ پرزور انداز میں بولی تھی۔ "آپ بڑے نازک مزاج ہیں۔ میں تو کبھی بارش میں بھیگ کر بیمار نہیں ہوئی۔" اپنے لئے نازک مزاجی کے طعنے پر وہ ہنس پڑا تھا۔
"میں تو تمہاری وجہ سے کہہ رہا تھا۔ خیر جیسی تمہاری مرضی۔" وہ گاڑی کا دروازہ واپس بند کرتا ہوا گیٹ کی طرف بڑھا۔ اس کے ساتھ وہ بھی گیٹ سے نکل آیا اور اس کی حیرت کے جواب میں بولا۔
"آخر مجھے [illegible] نہیں ہوں۔" اس کی بات پر وہ ہنس پڑی تھی۔ بارش میں بھیگتے ہوئے [illegible] سے قدم ملائے وہ دونوں خاموشی سے چل رہے تھے۔ پاس سے گزرتے walls والے کو دیکھ کر وہ حیران ہوتے ہوئے بولی۔
"اتنی سردی میں آئس کریم کون کھاتا ہے۔"
"اسی موسم میں تو آئس کریم کھانے کا مزہ ہے۔" اس نے فوراً تردید کی تھی۔ پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔
"آئس کریم کھاؤ گی؟" اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے walls والے کو روک کر ایک cornetto خرید لی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"گھر سے چلتے ہوئے والٹ لینا یاد ہی نہیں رہا۔ افسوس میری جیب میں صرف اتنے روپے ہی تھے کہ ایک ہی آئس کریم خریدی جاسکے۔" وہ اس کے غربت بھرے بیان سے متاثر ہوتے ہوئے بولی۔
"میرے پاس ہیں پیسے۔ ایک اور لے لیں۔"
"اب میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ تمہیں پچیس تیس روپے کی آئس کریم بھی تمہارے ہی پیسوں سے کھلاؤں۔" وہ کچھ برا مان کر بولا۔ پھر کون اس کے ہاتھ میں پکڑاتا ہوا بولا۔
"تو کھاؤ۔" اس کے ہاتھ سے کون لے کر وہ ایسے ہی چلتی رہی تو وہ ٹوک کر بولا۔
"تم کھا کیوں نہیں رہیں۔ پگھل جائے گی۔" اس نے ریپر اتار کر کون کھانی شروع کی۔ وہ اپنے چہرے سے بارش کا پانی صاف کرتا ہوا بولا۔
"یہ صرف آپ کے لئے نہیں خریدی ہے۔ اسے ہم دونوں نے شیئر کرنا ہے۔ اتنی دیر سے انتظار کر رہا ہوں کہ اب مجھے دو گی اب دو گی۔" اس کی بات پر وہ ہونق ہو کر اس کی شکل دیکھنے لگی جبکہ وہ اس کے ہاتھ سے کون لے کر آرام سے کھانے لگا۔ وہ تین بائٹس لے کر کون واپس اس کے ہاتھ میں پکڑانے لگا تو وہ کچھ جھجک کر بولی۔
"[illegible] دل نہیں چاہ رہا تھا۔" اس کی اس حرکت پر وہ بہت عجیب سا محسوس کر رہی تھی۔ وہ کوئی جواب دیے بغیر کون اس کی طرف بڑھائے چلتا [illegible] بھی رک گئی۔ [illegible] بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کر اس نے خاموشی سے کون پکڑ لی تو وہ دوبارہ چلنے لگا۔
"مجھے کوئی چھوت کی بیماری نہیں ہے جو میرا جھوٹا کھانے سے آپ کو بھی لگ جائے۔" اس کے نہ کھانے پر وہ چڑ کر بولا۔
اس کی ناراضگی سے ڈر کر اس نے ایک بائٹ لے لی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے خود ہی اس کے ہاتھ سے کون لے لی اور تھوڑی سی کھا کر واپس اس کے ہاتھ میں پکڑائی تو سر جھکا کر بنا کچھ کہے اس نے کون لے لی۔ سارے راستے یہی تماشا ہوتا رہا۔ اس کے ہاتھ سے کون لے کر تھوڑی سی کھاتا اور پھر اسے پکڑا دیتا۔ وہ مجبوراً سر جھکا کر ایک آدھ بائٹ لے لیتی۔ آج کا موسم انجوائے کرنا اسے خاصا مہنگا پڑا تھا۔ اس کے گھر

UrduPhoto.com

کی سڑک پر مڑے تو اللہ اللہ کر کے کون ختم ہوئی اور اس نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔ وہ چپ چاپ سر جھکائے چل رہی تھی۔ گیٹ کے سامنے رکے تو وہ اس سے بولا۔

"چیونگ گم کھاؤ گی؟" وہ فوراً" انکار میں گردن ہلا گئی۔ کیا پتا اسے بھی شیئر کرنا پڑے۔ وہ اس کے فوراً" انکار کرنے پر ہنس پڑا تھا۔ "نہیں اسے شیئر نہیں کرنا۔ وہ پوری کی پوری تمہاری ہے۔" پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا والٹ نکالا تو وہ ساری شرم و حیا بالائے طاق رکھ کر چلائی۔

"آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا"

وہ مسکراتے ہوئے سر ہلا گیا۔ "آئندہ میں آپ کی کسی بات کا یقین نہیں کروں گی۔" وہ اس کے ہاتھ میں پکڑی چیونگ گم کو نظر انداز کرتی گیٹ میں گھسنے لگی تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

"تمہاری خا[illegible] چل کر آیا ہوں اور تم [illegible] بات [illegible] لہجے میں بولی۔

"میں انکل سے آپ کی شکایت کروں گی۔" اس کے بے ساختہ قہقہے نے اپنی حماقت کا احساس دلایا تو وہ بغیر کچھ کہے گیٹ میں گھس گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

رات وہ سونے کے لیے لیٹنے لگی جب دستک دے کر دعا اندر چلی آئی۔ دعا کو اپنے کمرے میں آتا دیکھ کر وہ بری طرح حیران ہوئی تھی۔ دعا کے اور اس کے کبھی بھی دوستانہ تعلقات نہیں رہے تھے۔ گو وہ کبھی آپس میں لڑی بھی نہیں تھیں مگر ان کے بیچ صرف اجنبیت اور غیریت کا رشتہ تھا۔

"تم سو تو نہیں رہی تھیں؟" وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ہاں اب سوچ ہی رہی تھی کہ سو جاؤں لیکن خیر تم بتاؤ کوئی کام ہے مجھ سے؟" وہ اپنی حیرت چھپانے کی کوشش کیے بغیر بولی۔ دعا بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے دعا کے اس طرح دیکھنے کے انداز پر کچھ کوفت محسوس ہونے لگی۔ وہ اپنی آنکھیں اس پر جمائے پتا نہیں اس کے چہرے پر موجود کیا چیز پڑھ لینا چاہتی تھی۔

"تمہاری نالج میں تو یقیناً" یہ بات ہوگی کہ اویس کا پرپوزل آیا ہے تمہارے لیے۔" دعا کے اس جملے پر اس کا دل بڑی بے ترتیبی سے دھڑکنے لگا۔ بے اختیار اس کا سر جھک گیا تھا۔ اسے دعا کے سامنے کسی سولہ سترہ سال کی کم عمر دوشیزہ کی طرح شرمانا لجانا اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن یہ خبر اتنی اچانک تھی کہ وہ اپنے تاثرات چھپا نہیں پا رہی تھی۔ دعا بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے تاثرات سے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے تمہیں اس بات کا پہلے سے پتا نہیں تھا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں! انکل نے مجھ سے اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ [illegible] آئے تھے انکل [illegible]" وہ اپنی عادت [illegible] کے ساتھ تفصیلی گفتگو کرنے کے موڈ میں نظر آ رہی تھی۔

"آج آئے تھے شام میں [illegible] اس وقت گھر پر نہیں تھیں۔ ممی ڈیڈی تو اس پرپوزل پر بہت خوش ہیں۔ جیسے صرف [illegible] اپروچ کرنے کے لیے ڈیڈی اتنے بے تاب تھے اس سے رشتے داری پر تو وہ خوشی سے پاگل ہو رہے ہیں۔" وہ اپنی خوشی میں مگن دعا کے استہزائیہ انداز پر کچھ خاص توجہ نہ دے سکی۔

"بڑے بے ایمان ہیں انکل، کل مجھے ملے تھے اور بتایا بھی نہیں کہ آج آنے والے ہیں اگر بتا دیتے تو میں گھر پر رک جاتی۔" وہ چہرے پر حیا آلود تبسم لیے سوچ رہی تھی۔ دعا کچھ دیر خاموشی سے بیٹھی اس کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔

"پتا نہیں مجھے یہ بات تمہیں بتانی چاہیے یا نہیں لیکن میں تمہیں اس طرح بیوقوف بنتا ہوا مزید نہیں دیکھ سکتی۔ تم مانو یا نہ مانو آفٹر آل تم میری بہن ہو اور کوئی تمہاری انسلٹ کرے یہ میں برداشت نہیں

کر سکتی۔" دعا کے سنجیدہ لہجے پر وہ پہلی بار چونکی تھی۔ اس کے استفہامیہ انداز پر وہ کچھ افسوس بھرے انداز میں بولی۔

"میں نے تمہیں پہلے بھی بتانا چاہا تھا لیکن تم نے میری بات سننا گوارا ہی نہیں کی تھی۔ اب بھی تمہاری مرضی ہے چاہو تو میری بات پر یقین کرو چاہو تو مت کرو۔ میرے اندر کی بے چینی تو ختم ہو جائے گی کہ میں نے تمہیں اصل حالات سے آگاہ نہیں کیا۔" وہ اس کے انداز پر اندر ہی اندر کچھ خائف ہوتی ہوئی بولی۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو صاف صاف کہو۔ پہیلیاں بجھوانے کی کوشش مت کرو۔" وہ اپنے اندر کا خوف اس پر ظاہر کیے بغیر مضبوط لہجے میں بولی۔

"اویس تمہیں بے وقوف بنا رہا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ کبھی بھی سیریس نہیں تھا۔" دعا کی اس بات پر اس کا غصے کے مارے برا حال ہو گیا۔

"جو بیوقوف بناتے ہیں نا... وہ گھر پر رشتہ نہیں بجھواتے۔" وہ [illegible]

"اگر تمہیں اسی قسم کی بکواس کر کے مجھے اویس سے بدظن کرنے کی کوشش کرنی ہے تو پلیز اپنا وقت برباد مت کرو۔" اس کی بات پر دعا کرسی سے کھڑی ہو گئی۔

"یہ رشتہ اس کی مرضی سے نہیں آیا تمہاری طرح اس کے گرینڈ فادر کو بھی یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔ آج ان کے بعد میں اویس سے ملی اور اس سے بہت لڑی بھی کہ تمہیں ساری دنیا میں فلرٹ کرنے کے لئے میری ہی بہن ملی تھی تو وہ کہنے لگا کہ اسے اس پرپوزل کا کچھ نہیں پتا تھا اور وہ تو صرف مجھے جلانے کے لئے تم سے اتنی بے تکلفی سے ملتا تھا۔ میں نے تمہیں بتایا تھا ناں کہ میں اسے پہلے سے جانتی ہوں۔ جب ہی ہماری اچھی خاصی انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی تھی۔ پھر مجھے اس کے بارے میں فائزہ سے اور کچھ دوسرے لوگوں سے اس قسم کی معلومات ملیں کہ وہ فلرٹ ہے تو اس سے دور ہو گئی۔

اس نے مجھ سے ملنے اور بات کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ انہیں دنوں میں نے تمہیں اس کے ساتھ فون پر بات کرتے دیکھا تو میں حیران رہ گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ تم میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے۔ تمہیں گفٹ بجھوائے جا رہے ہیں، تمہیں بارش میں بھیگتے ہوئے یہاں چھوڑ کر جایا جا رہا ہے لیکن میں چپ رہی۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ وہ ایسا مجھے جیلس کرنے کے لئے کر رہا ہے۔ آج پرپوزل والی بات پر میں بہت ہی غصے میں اس سے ملی تو وہ پرپوزل کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کر کے کہنے لگا کہ اسے ایک طلاق یافتہ لڑکی جسے اس کی کزن نے چھوڑ دیا ہو سے کوئی دلچسپی نہیں اور وہ اپنے گرینڈ فادر کو فورس کرے گا کہ وہ اس پرپوزل کو واپس لیں اور میرے لئے بات کریں۔ دونوں دادا پوتے میں اچھا خاصا جھگڑا ہوا ہے۔ دونوں میں خاصی بحث ہوئی ہے اس بات پر۔ پتا نہیں [illegible] بڑے پرسکون انداز میں [illegible] کی طرف ایک سرسری سی نگاہ ڈالتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

وہ کچھ گم صم سی سکتے کی کیفیت میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"وہ کبھی بھی میرے بارے میں اس طرح کی بات نہیں کہہ سکتا... طلاق یافتہ لڑکی جسے اس کے کزن نے چھوڑ دیا ہو۔" دعا کے منہ سے نکلے ان تکلیف دہ الفاظ کے بارے میں وہ کبھی بھی ماننے کے لئے تیار نہ تھی کہ ایسی بات وہ کہہ سکتا ہے۔ اس کی آنکھیں کبھی بھی جھوٹ نہیں بول سکتیں۔ میں نے ان میں ہمیشہ اپنے لئے عزت اور محبت دیکھی ہے۔ کچھ جذبے ایسے ہوتے ہیں جنہیں کسی اظہار کی ضرورت نہیں ہوتی جو بنا کہے سمجھ لئے جاتے ہیں۔ اگر اس نے مجھ سے براہ راست محبت کا اظہار نہیں کیا تو کیا میں بغیر کہے اتنا بھی نہیں سمجھ سکتی کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں اس کے لئے بہت اہم ہوں۔ دعا کی کسی بھی بکواس پر میں ہرگز بھی یقین نہیں کروں گی بلکہ اس کی اتنی فضول باتوں پر خاموشی اختیار کرنے کے

UrduPhoto.com

بجائے اس کا دماغ ٹھیک کر دینا چاہئے تھا۔ آخر کیا سمجھ کر وہ مجھے اویس کے بارے میں بدگمان کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ سونے سے پہلے تک وہ اسی قسم کی باتیں سوچتی رہی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

دعا کی کسی بھی بات پر یقین نہ کرنے کے عزم کے باوجود اسے ایک عجیب سی بے چینی لاحق تھی۔ سارا دن ایک اضطراب اور مسلسل پریشانی کے عالم میں گزار کر وہ بلاآخر شام میں ان کے گھر چلی آئی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ وہ اپنی پریشانی کا اظہار اویس یا انکل کے سامنے کس طرح کرے گی لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اسی گھر کے مکینوں نے اب تک اس کی ہر پریشانی اور دکھ میں اس کا ساتھ دیا ہے اور ان کے سوا وہ دنیا میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتی۔ گاڑی گیٹ سے باہر ہی چھوڑ کر وہ اندر چلی آئی۔ لان میں بیٹھے اویس اور دعا کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کو اپنی جگہ سن ہو کر رہ گئی۔ لان چیئرز پر بیٹھے وہ دونوں [illegible] اویس کی اس طرف پشت تھی جبکہ دعا کا منہ اسی طرف تھا لیکن باتوں میں مگن اس نے اسے اس طرف آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ جیسے کسی طاقت کے زیر اثر چلتی ہوئی اسی طرف بڑھ رہی تھی۔ ان دونوں میں سے کسی نے بھی اس کے قدموں کی چاپ نہیں سنی تھی۔ دعا بڑے جذبے سے کہہ رہی تھی۔

”مجھے آپ اسی دن سے اچھے لگتے ہیں جب آپ آئی بی اے میں ہم لوگوں کو لیکچر دینے آئے تھے۔ حالانکہ کتنے ہی لوگ مجھ سے دوستی کرنے اور بات کرنے کے لئے ترستے رہتے ہیں مگر ان میں سے کسی کو بھی لفٹ نہیں کراتی۔ آپ تو سب سے مختلف ہیں لیکن پتا نہیں یہ اجالا ہمارے درمیان کہاں سے آگئی تھی۔“ اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے لئے لب کھولتے ہوئے اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو فوراً سر گھما کر پیچھے کی طرف نظر ڈالی۔ چند قدموں کے فاصلے پر کھڑی اجالا کو دیکھ کر وہ ایک دم سے کھڑا ہو گیا۔

”اجالا! تم۔ آؤ بیٹھو کھڑی کیوں ہو؟“ کسی قسم کے احساس ندامت یا شرمندگی کے بغیر وہ اس سے مخاطب تھا۔ اس کے چہرے پر نہ تو بوکھلاہٹ نظر آرہی تھی نہ اپنا آپ ظاہر ہو جانے پر وہ نروس ہوتا ہوا یا گھبرایا ہوا نظر آرہا تھا۔ اسے اپنے یہاں زندہ سلامت کھڑے رہنے پر خود پر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ اس کی بات کے جواب میں کچھ بھی کہے بغیر الٹے قدموں پیچھے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ منہ پر ہاتھ رکھے جیسے اپنی چیخ کی آواز کو دبا لینا چاہتی ہو۔ وہ اس کے چہرے پر موجود تاثرات سے کچھ خائف ہوتا ہوا تیزی سے اس کی طرف بڑھا تو وہ پوری رفتار سے بھاگتی ہوئی گیٹ کی طرف جانے لگی۔

”اجالا رکو میری بات سنو۔“ وہ بے اختیار اسے پکارتا ہوا اس کے پیچھے لپکا۔ وہ اپنے تعاقب میں آتی اس آواز کو اب زندگی میں دوبارہ کبھی سننا نہیں چاہتی تھی۔ آنسو ایک تواتر سے بہہ رہے تھے اور وہ اپنی [illegible] تھی۔ وہ چار لمبے لمبے قدم اٹھا کر وہ اس تک پہنچ گیا تھا اور ایک جھٹکے سے اس کا رخ اپنی طرف کر کے بولا تھا۔

”کیا ہو گیا ہے تمہیں؟“

”Don't touch me“ اس کا ہاتھ نفرت سے جھٹکتے ہوئے وہ غصے سے پھنکاری تھی۔ دعا بھی اٹھ کر ان دونوں کے پیچھے چلی آئی تھی اور بڑی خاموشی سے الگ تھلک کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔

”نہیں تم سے دوستی کر لوں تم مجھے اپنا جیسا بنا دو گے یہی کہا تھا تم نے۔ افسوس میں کبھی بھی تم لوگوں جیسی نہیں بن سکی۔ یہ دنیا میرے جیسے لوگوں کے لئے نہیں بنی۔ یہ تو تمہارے خالد، مسعود اور دعا جیسے لوگوں کے لئے ہے۔ میں تو یہاں مس فٹ ہوں۔“ وہ آنسو بہاتے ہوئے چیخی تھی۔

”اجالا تمہیں پتا نہیں کیا غلط فہمی ہو رہی ہے۔ پلیز آرام سے بیٹھ کر میری بات سنو۔“ وہ اس کے ہاتھ تھامتا ہوا بڑی بے بسی سے بولا تھا۔

”کیا سنوں یہی کہ مجھے ایک مرتبہ پھر استعمال کیا گیا

ہے۔ تم نے میرے ساتھ وہی سب کیا جو اوروں نے کیا تھا۔ تم نے بھی مجھے ایک catspaw ہی سمجھا۔ کیوں آخر کیوں میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔ کیا برا کیا تھا میں نے جس کی مجھے یہ سزا ملی۔" وہ اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے ہسٹریک ہو کر چلائی تھی۔

"اجالا تم مجھے ہرٹ کر رہی ہو۔ تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تم میرے جذبوں کا یوں مذاق اڑاؤ۔ میں نے ہمیشہ تم سے محبت کی ہے، تمہاری عزت کی ہے۔" وہ ناراضگی بھرے انداز میں اسے دیکھتا ہوا بولا تھا۔ اس کی آنکھوں سے جھلکتی خفگی اور ناراضگی کو کوئی اہمیت دیئے بغیر وہ اپنے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتے ہوئے ہنسی تھی۔

"محبت اور وہ بھی ایک طلاق یافتہ لڑکی سے جسے اس کے کزن نے ٹھکرا دیا ہو۔ جھوٹ ایسا تو بولو جو ہضم ہو جائے۔ یہ کہو کہ تم نے میرے ساتھ فلرٹ کیا تھا۔ مجھے استعمال کیا تھا۔"

"تم میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہو۔ مجھے بولنے کا موقع دیئے بغیر تم [illegible] الزام لگا رہی ہو۔ اپنے کردار پر کوئی بات چاہے وہ تم ہی کیوں نہ کر رہی ہو میں کبھی بھی برداشت نہیں کروں گا۔" اب کے وہ بھی چلایا تھا۔

"کردار؟ تمہارا کوئی کردار ہے بھی۔" وہ طنزیہ انداز میں بولی تھی۔ اور بے اختیار اسے تھپڑ مارنے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھاتے اٹھاتے اس نے خود کو بمشکل روکا تھا۔ وہ اس کے غیظ و غضب سے معمور چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے بولی تھی۔

"مجھے نہیں پتا تم نے اور دعا نے میرے ساتھ کیا گیم کھیلا ہے لیکن بس اتنا ہوا ہے کہ آج کے بعد میں کبھی بھی کسی پر اعتبار نہیں کروں گی۔ بہت مان تھا مجھے خود پر کہ میں انسانوں کو پرکھ سکتی ہوں۔ مجھے سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنی آتی ہے لیکن تم نے اویس لودھی آج مجھے ہمیشہ کے لئے میری اپنی ہی نظروں میں گرا دیا ہے۔ تم تو میری محبت کیا نفرت کے قابل بھی نہیں ہو۔" وہ لب بھینچے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی تمام بات کے جواب میں وہ کچھ بھی نہیں بولا تھا۔ بس ایک ٹک اس کی طرف دیکھتا رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے کے غضبناک تاثرات کی جگہ دکھ اور صدمے نے لے لی تھی۔ وہ بڑی مایوسی اور افسردگی سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک نظر اس پر اور ایک دعا پر ڈال کر گیٹ سے باہر نکل گئی تھی۔ اویس نے اسے روکنے یا اس کے پیچھے جانے کی کوئی کوشش نہ کی تھی۔ وہ ویسے ہی چپ چاپ کھڑا ہوا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ جانے نہیں کس طرح گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے گھر پہنچی تھی۔ اسے اپنے اعصاب کی اس مضبوطی پر حیرت ہو رہی تھی۔ اپنا آپ بڑا ہلکا اور بے وقعت محسوس ہو رہا تھا۔ اپنے کمرے میں بند وہ بلک بلک کر اپنی ذلت پر آنسو بہا رہی تھی۔ کیا وہ اتنی ارزاں تھی کہ اتنی آسانی سے کسی کے ہاتھوں بے وقوف بنتی رہی۔ وہ اس کے ساتھ کھیلتا رہا اور وہ بے تحاشا خود کو [illegible] ہاتھوں اپنی [illegible] سسک سسک کر روتی رہی اور اس وقت وہ میری خوش فہمیوں پر دل ہی دل میں کتنا محظوظ ہوتا ہوگا۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو کبھی ٹھوکر کھا کر نہیں سنبھلتے ہیں۔ ہر بار ٹھوکر کھا کر زخمی ہوتے ہیں چیختے چلاتے ہیں اور پھر دوبارہ ٹھوکر کھانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کیوں آنکھیں بند کر کے میں اس کا یقین کرتی رہی۔ کیوں میں نے خود کو یوں گرایا۔ آخر کیوں کیوں میں یہ بات بھول گئی کہ میں اور میری تقدیر کبھی نہیں بدل سکتی۔ زندگی تو پہلے بھی سہل نہیں تھی لیکن اب جتنی مشکل بھی نہیں تھی اسے میں نے خود اپنے ہاتھوں اتنا مشکل اور ناقابل قبول کیوں بنا لیا۔" وہ بستر پر اوندھی پڑی سسک رہی تھی۔

"تم ہنستے ہوئے اچھی لگتی ہو۔" اسے اپنے پاس ایک سرگوشی سنائی دی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اوپر سے بڑا سوبر اور لیا دیا نظر آتا ہے۔ اندر سے ایک نمبر کا فلرٹ ہے۔" ایک اور آواز سنائی دی تھی۔

"تم اپنے حصے کے تمام دکھ سہہ چکی ہو اور اب

UrduPhoto.com

زندگی تم پر مہربان ہونے والی ہے۔" ایک مہربان آواز نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ پھر اچانک ایک اور بازگشت سنائی دی تھی۔

"کیا ہم اچھے دوست نہیں بن سکتے۔ کوئی تمہیں تکلیف دے یا ستائے تو تم اس کا منہ توڑ دو۔ مجھ سے دوستی کر کے دیکھو میں تمہیں بالکل اپنے جیسا بنا دوں گا۔"

"تمہاری طرح اس کے گرینڈ فادر کو بھی یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔ وہ تو صرف مجھے جلانے کے لئے تم سے اتنی بے تکلفی سے ملتا تھا۔"

وہ کانوں پر دونوں ہاتھ رکھے ان آوازوں سے پیچھا چھڑا لینا چاہتی تھی لیکن یہ آوازیں کسی آسیب کی طرح اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

"شکر ہے کچھ تو میرے لئے بچی ہو اور نہ یہاں تو ہر بات انکل سے شروع ہو کر انکل ہی پر ختم ہو جاتی ہے۔"

"ویسے اچھا [illegible] سے اچھا۔"

"اسے ایک [illegible] چھوڑ دیا ہوتے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو۔" وہ چلائی تھی اور پھر دوبارہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ پوری رات اور اگلا پورا دن اپنے کمرے میں بند رہی تھی۔ ملازمہ آ کر ناک کر کے کھانے کے لئے بلا کر گئی تھی مگر وہ کوئی جواب دیئے بغیر ویسے ہی پڑی رہی تھی۔ شام میں ممی اس کے بیڈ روم میں آئی تھیں۔ ان کے ——— آواز دینے پر اس نے اٹھ کر کمرے کا لاک کھولا تھا۔

"کیا بات ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔ اسکول بھی نہیں گئیں اور کھانے کے لئے بھی نہیں آئیں۔" ممی اس کے ستے ہوئے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولیں۔

"جی کچھ بخار تھا اس لئے۔" وہ سر جھکا کر جواب دے [illegible] دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی تو وہ بھی اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"کوئی دوا لی۔" وہ اپنے لئے ان کی تشویش پر تعجب سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں ٹھیک ہوں آپ فکر مت کریں۔"

"کیسے فکر نہ کروں تم اتنی چپ چپ اور سب سے الگ تھلگ جو رہتی ہو۔ بیٹا گھر والوں کے ساتھ گھل مل کر اور ایک ساتھ رہا کرو۔" وہ اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولی تھیں۔ اس کے چہرے پر موجود تاثرات سے نظریں چراتے ہوئے وہ کچھ شرمندگی سے بولیں۔

"مجھے پتا ہے تم مجھ سے ناراض ہو۔ تم سمجھتی ہو میں نے جان بوجھ کر تمہارا خالد سے نکاح کروایا تھا۔ بلیو می [illegible] میں تمہاری ماں ہوں میں نے کبھی بھی تمہارا برا نہیں چاہا۔ جو کچھ ہوا میں نے ایسا کبھی بھی نہیں چاہا تھا۔ کیا میں نے تمہیں اپنی کوکھ سے جنم نہیں دیا۔ مجھے تم بھی اتنی ہی عزیز ہو جتنے تمہارے باقی [illegible] زیادہ توجہ نہ دے [illegible] تم سے بہت پیار ہے۔ تم تو میری بہت پیاری بیٹی ہو۔" وہ اس کا سر اپنے کندھے سے لگاتے ہوئے بولی تھیں۔

بعض محبتیں ہمیں زندگی میں اس وقت ملتی ہیں جب [illegible] ان کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ ممی کتنی بھی چاہت ظاہر کریں کیا ان کی چاہت اس آٹھ سال کی معصوم بچی کو واپس لا سکتی ہے جو ان کی ایک نگاہ التفات کے لئے کچھ بھی کر گزرنے کو تیار رہا کرتی تھی۔ کچھ خوشیاں جب اپنے وقت پر نہیں ملتیں تو پھر بعد میں وہ ملیں نہ ملیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ ان کا والہانہ انداز دیکھ رہی تھی جبکہ بڑی خوشگوار مسکراہٹ چہرے پر لاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"تمہارے لئے اویس لودھی کا پرپوزل آیا ہے۔ مبشر صاحب خود بنفس نفیس یہاں آئے اور بڑی چاہت سے تمہارا رشتہ مانگا ہے۔ وہ خالد کم ظرف ہرگز بھی تمہارے لائق نہ تھا۔ میری بیٹی کا جوڑ تو

UrduPhoto.com

اویس جیسے ہینڈسم اور کوالیفائیڈ شخص کے ساتھ چچا ہے۔ تمہارے ڈیڈی چاہے کسی بھی وجہ سے اس رشتے کی حامی ہوں لیکن میں صرف تمہاری ماں ہونے کے ناتے اس رشتے پر خوش ہوں۔ میری بیٹی سکھی رہے اسے قدر دان لوگ ملیں بس میری خوشی صرف یہی ہے۔ مجھے پتا ہے تم بہت حساس ہو اور مشتر بودھی کا گھرانہ تمہارے شایان شان ہے۔ وہ لوگ تمہیں بہت خوش رکھیں گے۔" وہ ان کے کندھے پر سے اپنا سر اٹھاتے ہوئے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ممی اس رشتے سے انکار کر دیں۔ میں اویس سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ اس کی بات پر حیرت سے گنگ رہ گئی تھیں۔

"انکار کر دوں۔" انہوں نے اس طرح تصدیق کی جیسے جو کچھ سنا وہ غلط تھا اور وہ اب اپنے جملے میں ترمیم کرے گی۔

"پلیز ممی ابھی ابھی آپ نے کہا تھا کہ آپ میری ماں ہونے کے ناتے [illegible] خوش ہیں اور اگر میں اس رشتے سے [illegible] خوشی نہیں ہے تو ایک ماں ہونے کے ناتے آپ کو میری بات ماننی چاہیے۔" وہ دو ٹوک انداز میں بولی تھی۔

"لیکن اجالا اویس بہت اچھا ہے میرا تو خیال تھا کہ تم بھی وہاں انٹرسٹڈ ہو۔" ممی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ ان کی بات کاٹ کر فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"میں آپ سے زندگی میں پہلی بار کچھ مانگ رہی ہوں۔ پلیز مجھے مجبور مت کریں۔" وہ اس کے انداز پر چپ ہو گئی تھیں۔ پھر کتنی ہی دیر انہوں نے اسے اس رشتے کی اچھائیاں گنوائی تھیں لیکن وہ اپنے فیصلے میں اٹل تھی۔ آخر کار ممی ہار مانتے ہوئے بولی تھیں۔

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔ مجھے تمہاری خوشی ہر چیز سے زیادہ مقدم ہے۔ تم خوش رہو میں بس صرف یہی چاہتی ہوں۔" وہ اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

اس نے اس بات کو جاننے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ وہاں انکار کہلوا دیا گیا ہے یا نہیں۔ وہ اپنے آپ میں الجھی ہوئی سارا سارا دن کمرے میں گزار دیتی تھی۔ ممی کے بلانے پر گھر والوں کے ساتھ کھانا کھانے کے علاوہ اس کا تمام وقت کمرے میں گزرتا تھا۔ اسکول سے لونگ لیو لے کر وہ ان دنوں ساری دنیا سے کٹی ہوئی تھی۔ دعا نے اس سے اس دن کے حوالے سے کوئی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور وہ خود بھی اب زندگی بھر دعا سے کبھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے ممی کو انکار کیے چوتھا دن تھا۔ جب حمیدہ نے کارڈلیس اس کے ہاتھ میں پکڑا کر کہا تھا "آپ کا فون ہے۔" اور وہ ان دنوں کسی سے بھی کوئی بات کرنا نہیں چاہتی تھی اس لیے بغیر بات کیے لائن ڈس کنیکٹ کر دی تھی۔ پھر اسی دن دو مرتبہ اور اگلے تین چار مرتبہ اسے پیغام ملا کہ انکل کا فون ہے لیکن [illegible] کرتے ہوئے ان [illegible]

"مجھے معاف کر دیں انکل لیکن میں اب آپ سے بھی کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔" وہ بعد میں روتے ہوئے اپنے آپ سے بولی تھی۔ اگلے روز دوپہر میں ممی نے اسے کمرے میں آکر اطلاع دی کہ انکل اس سے ملنے آئے ہیں۔ وہ اپنے گھر میں ان سے ملنے سے انکار کبھی بھی نہیں کر سکتی تھی اس لیے فوراً ہی اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ سامنے ہی صوفے پر بیٹھے ہوئے انکل کو دیکھ کر اس کا بے ساختہ دل چاہا کہ ان کے گلے لگ جائے اور خوب سارا رونے کے بعد ان سے اویس کی دعا کی اور پتا نہیں کس کس کی شکایتیں کرے۔ لیکن اپنے دل کی اس خواہش کو نظر انداز کرتی وہ انہیں سلام کرتے ہوئے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیسی ہے میری بیٹی؟" وہ خود ہی اٹھ کر اس کے برابر میں آکر بیٹھ گئے اور بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں انکل۔" وہ آنسوؤں پر بند باندھتی مضبوط لہجے میں بولی۔

"اپنی بیٹی کے بغیر میں ٹھیک کیسے ہو سکتا ہوں۔ تم تو میرے لئے آکسیجن کی طرح اہم ہو اتنے دن سے تمہیں دیکھا نہیں تو دل بری طرح اداس ہے۔ میری جان انکل سے کس بات کی ناراضگی ہے۔" وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے محبتوں سے چور لہجے میں بولے تھے۔ وہ اس لمحے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ ان کی محبت اسے پھر سے کمزور کر رہی تھی اور وہ ان کی طرف کھنچنے لگی تھی۔ خود کو سنبھالتے ہوئے وہ سر جھکا کر بولی۔

"میری آپ سے کوئی ناراضگی نہیں ہے انکل۔"

"پھر کیا بات ہے بیٹا۔ دیکھو جو بھی بات ہے۔ دو۔ بات کرنے سے اپنے دل کا حال کہہ دینے سے انسان بہت سے مصائب سے بچ جاتا ہے۔ تمہارے اور اویس کے درمیان جو بھی مس انڈر اسٹینڈنگ ہوئی ہے مجھے بتاؤ۔ اگر اویس کی غلطی ہوئی تو میں اسے چھوڑوں گا نہیں لیکن مجھے بتاؤ تو سہی۔" وہ بڑے پیار سے بولے تھے۔

"کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہے انکل۔ آپ پلیز اس ٹاپک کو مت چھیڑیں۔ مجھے آپ کی محبت پر کوئی شک نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں آپ مجھے بہت چاہتے ہیں لیکن پلیز اس بات کو رہنے دیں۔" وہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ "آپ کا بہت شکریہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا کہ میرے لئے اپنے پوتے کا رشتہ لائے۔ لیکن اسے میری جیسی لڑکی سوٹ نہیں کرتی۔ آپ اس کے لئے دعا کا یا اس سے ملتی جلتی کسی لڑکی کا انتخاب کریں۔" وہ بڑے سکون سے اپنی بات مکمل کرکے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کے چہرے پر گہری نگاہ ڈالتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔

"اس وقت تم ڈیپریسڈ لگ رہی ہو۔ میں بعد میں آؤں گا۔ پھر تم سے بہت ساری باتیں کروں گا۔" وہ اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئے تو وہ بھی ان کے پیچھے چلتی انہیں گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی۔

"اجالا میں اور اویس تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔ اس بات پر ہمیشہ یقین رکھنا۔" وہ گیٹ سے نکلتے ہوئے اس سے بولے تھے اور وہ خاموش کھڑی انہیں جاتا دیکھتی رہی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ بڑے نڈھال اور تھکے ہوئے گھر میں داخل ہوئے تو لاؤنج میں بیٹھے اویس کو دیکھ کر کہنے لگے۔

"خیریت آج جلدی آگئے؟"

"جی کچھ کام تھا اس لئے جلدی آگیا۔" وہ ان کی طرف بڑے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"کہاں سے آرہے ہیں؟"

"میرا خیال ہے تمہیں اس سوال کا جواب معلوم ہے اسی لئے یہاں بیٹھ کر میرا انتظار کر رہے تھے۔ یقیناً اخلاق نے تمہیں بتادیا ہوگا کہ میں اجالا سے ملنے گیا تھا۔" وہ بڑے سکون سے جواب دیتے ہوئے اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"آپ وہاں کیوں گئے تھے؟" وہ خفگی بھرے انداز میں بولا۔

"کیا مجھے نہیں جانا چاہئے تھا؟" وہ اس کے سوال [illegible] "ہرگز نہیں جانا چاہئے تھا۔ وہ خود کو سمجھتی کیا ہے کہ آپ اس کی منتیں کرنے اس کے گھر پہنچ رہے ہیں۔" وہ اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا تھا۔

"اویس وہ نادان ہے تو کیا ہم بھی جذباتی ہو کر بیوقوفانہ حرکتیں شروع کردیں۔ تمہیں اس سے محبت کا دعویٰ ہے تو اس کی فیلنگس کو سمجھنے کی کوشش بھی کرو۔ وہ جس طرح کے حالات کا شکار رہی ہے تو ایسے میں اسے اسی طرح ری ایکٹ کرنا چاہئے۔ اس نے ہمیشہ لوگوں کی دھوکا دہی، جھوٹ اور منافقت دیکھی ہے اسی لئے اس کا رشتوں پر سے محبتوں پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے۔ ہمیں اس کا اعتبار بحال کرنا ہے۔ مجھ سے بہتر تو یہ کام تم کر سکتے ہو۔ تمہیں چاہئے کہ اس سے ملو اسے یقین دلاؤ کہ تم اس کے ساتھ مخلص

ہو اس کا کھویا ہوا اعتماد اور اعتبار اسے واپس دلاؤ۔" وہ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے بولے تو وہ اپنی ناراضگی چھپائے بغیر بولا تھا۔

"سوری پاپا جانی میں ایسا نہیں کرسکتا۔ میں نے ساری زندگی بھی کسی کے سامنے وضاحتیں دی ہیں نہ اب دوں گا۔ اگر میں درست ہوں تو ہوں مجھے کسی کے سامنے اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرا دل میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میں نے کچھ غلط نہیں کیا تو میں اس کے پیچھے کیوں جاؤں۔ اس نے مجھے گھٹیا ترین افراد کی فہرست میں بڑے آرام سے شامل کردیا بغیر مجھ سے وضاحت چاہے۔ اب چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہوجائے میں اس سے نہیں ملوں گا۔ مجھے محبت سے زیادہ اپنی عزت اور انا عزیز ہے اور آج کے بعد اگر آپ بھی اس سے ایسے کسی سلسلے میں ملے تو میں آپ سے ناراض ہوجاؤں گا۔ وہ ایک suspicious لڑکی ہے اور اس کی اس بیماری کا علاج دنیا کے کسی حکیم کے پاس [illegible] ہے۔ اس نے [illegible] انسلٹ کی ہے [illegible] کرسکتا۔ I will never forgive her" وہ اپنی بات ختم کرکے کمرے سے چلا گیا تھا اور وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھامے بڑی بے بسی سے بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے۔

ان کے اجالا سے ملنے جانے پر اس کا موڈ اتنی بری طرح آف ہوا تھا کہ وہ دوبارہ آفس جانے کا ارادہ ترک کرکے جوتوں سمیت ہی بستر پر لیٹ گیا تھا۔

"تم کوئی دنیا کی آخری اچھی لڑکی تو نہیں ہو جو میں تمہارے لئے جوگ لوں گا۔ اس دنیا میں تم سے کہیں بہتر اور اچھی لڑکیاں بھی موجود ہیں۔" وہ بڑے غصے سے سوچ رہا تھا۔ "مگر وہ اجالا شہریار تو نہیں ہوں گی۔" کوئی اس کے اندر سے بولا تھا۔ "کتنی بری طرح تم نے مجھے letdown کیا ہے" وہ اپنے اندر سے ابھرتی اس آواز کو نظرانداز کرکے وہ خود سے بولا تھا۔ "میں تمہارے لئے کیا کیا سوچتا تھا اور تم، تم نے مجھ سے محبت تو کرلی مگر میرا اعتبار نہیں کیا۔ اور ایسی محبت جس میں ایک دوسرے پر بھروسہ اور یقین نہ ہو میرے نزدیک بیکار ترین شے ہے۔ تمہارے خلاف اگر ساری دنیا بھی اکٹھی ہوکر میرے سامنے آکھڑی ہوتی اور تمہارے خلاف گواہی دیتی۔ میں تب بھی کسی بات کا یقین نہ کرتا کیوں کہ مجھے تم پر اعتبار تھا۔ کتنے آرام سے تم نے وہ بدترین الفاظ اپنی زبان سے استعمال کئے تھے بغیر یہ سوچے کہ یہ الفاظ مجھے کتنا دکھ دے رہے ہیں۔ کیا جو زبان سے بڑے بڑے دعوے کرے صرف وہی سچا ہوتا ہے جو اپنے منہ سے کہے کہ میں تمہارے لئے جان دے سکتا ہوں آسمان کے چاند تارے لاسکتا ہوں تمہارے نزدیک صرف وہی سچا ہے۔ تم نے کبھی میری آنکھوں میں اپنے لئے چاہتوں کا آباد جہان دیکھنے کی زحمت ہی نہیں کی۔ میں تمہارے لئے کچھ بھی کرسکتا تھا۔ تمہیں خوش دیکھنے کے لئے تمہارے آرام اور سکون کی خاطر میں اپنی جان کی پروا کئے بغیر کچھ بھی کرسکتا تھا لیکن تم نے مجھ پر بھروسہ نہ کیا۔ تمہارے نزدیک [illegible] تمہارے آگے [illegible] ہوئے بدترین [illegible] اور میں معتوب قرار پایا۔

اور وہ پاپا جانی کہتے ہیں کہ میں تمہارے پاس جاکر اپنی صفائیاں پیش کروں۔ [illegible] میرا ایسا کبھی بھی نہیں [illegible] تمہارے خلاف ماریہ فون پر مجھ سے الٹی سیدھی بکواس کرتی ہے کہ میرے بھائی نے اسے اس کی بعض بری عادتوں کی وجہ سے چھوڑ دیا تو میں اسے جھڑک کر اور آئندہ فون نہ کرنے کا کہہ کر ریسیور پٹخ دیتا ہوں۔ اور تمہارے اوپر افسوس کرتا ہوں کہ تم اتنے گھٹیا لوگوں کے بیچ رہتی ہو۔ جس روز یہاں سے پروپوزل گیا تھا اسی رات ماریہ نے فون کیا تھا اور میں نے اسے بری طرح ڈانٹ دیا تھا۔ میرا دل چاہا تھا کہ اتنے برے لوگوں کے درمیان سے تمہیں جلد سے جلد نکال لاؤں۔ وہ جہنم تمہارے رہنے کی جگہ تو نہیں۔ پھر دعا سامنے آتی ہے۔ دعا شہریار جسے میں ایک ڈیڑھ سال سے جانتا ہوں۔ MBA کے اسٹوڈنٹس کو لیکچر دینے گیا تو وہیں وہ کسی بلا کی طرح میرے پیچھے

UrduPhoto.com

رگئی۔ ایک دو مرتبہ چھوٹے ماموں کی فائزہ کے ساتھ اپنے کسی اسائنمنٹ کے سلسلے میں مدد لینے میرے آفس آئی تو میں نے فائزہ کی مروت میں خوش اخلاقی سے بات کرلی۔ مگر وہ محترمہ کسی طرح پیچھا چھوڑنے پر آمادہ ہی نہ ہوئیں۔ اس کے بعد فائزہ کے بغیر ہی اپنی پڑھائی کا کوئی نہ کوئی بہانہ کرکے آفس آنے لگی تو میں نے اسے اگنور کرنا شروع کردیا۔ ساری کرٹسی ایک طرف رکھ کر میں نے بداخلاقی ظاہر کی تو اس نے میرا پیچھا چھوڑا۔

پھر اس روز پاپا جانی کی برتھ ڈے پر تمہیں چھوڑنے گیا تو ٹیرس پر کھڑی دعا کو دیکھ کر مجھے پتا چلا کہ وہ تمہاری بہن ہے۔ اور میں کتنا حیران بھی ہوا تھا کہ کہاں تم مشرقی روایات کی آئینہ دار شرمائی ہوئی سی لڑکی اور کہاں وہ بے تحاشا بولڈ اور آؤٹ اسپوکن دعا۔ اس سے اگلے ہی دن وہ میرے آفس چلی آئی اور تمہارے خلاف وہی خالد کا قصہ سنانے کے لئے بیٹھ گئی تو میں نے اس کی بہت انسلٹ کی اور اسے [illegible] آفس سے بہت برے [illegible] واقعے کے بعد وہ دوبارہ میرے پاس نہیں آئی میں نے تم سے بھی ایسی کسی بات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر اس روز جب تم مجھ سے لڑ جھگڑ کر گئی تھیں دعا تمہارے [illegible] چند لمحے پہلے ہی آئی تھی اور یہ اتفاق ہی تھا کہ میں وہاں لان میں بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر میرا منہ بن گیا تھا لیکن وہ میرے منہ بنانے کی پرواہ کئے بغیر میرے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تو میں نے بھی سوچا کہ آج اس کا دماغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے درست کردینا چاہئے تاکہ یہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔ اس نے بات کرنی شروع ہی کی تھی کہ تم وہاں آگئیں اور تم نے اس ساری سچویشن کے بہت ہی غلط معنی نکالے۔ میں نے تمہارے خلاف کسی کی بات کا کوئی یقین نہیں کیا۔ تو جواب میں مجھے اپنے لئے بھی ایسی ہی عزت چاہئے تھی۔

تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا ہے اجالا بہت برا۔ میں تمہارے راستوں کے پتھر ہٹاتا رہا تھا۔ تمہاری راہوں کے خار سمیٹ رہا تھا۔ تم تک پہنچنے کے لئے میں نے درست راستے کا انتخاب کیا تھا۔ تم جس کی میں نے ہمیشہ عزت کی۔ اپنے گھر میں آنے والے ایک مہمان اور پاپا جانی کو عزیز ہونے کے ناتے۔ مگر اس روز جب تم میرے سینے پر سر رکھ کر روئی تھیں پتا نہیں مجھے ایک دم کیا ہوا تھا۔ میں اس ایک لمحہ میں مکمل طور پر بدل گیا تھا۔ اپنی اس کیفیت پر میں خود بھی حیران رہ گیا تھا۔ میرا دل چاہا تھا کہ ان تمام لوگوں کو سرعام پھانسی دلواؤں جنہوں نے تمہیں دکھ دیئے۔ میں نے اس وقت یہی سوچا تھا کہ میں تمہیں اتنی خوشیاں دوں گا کہ تم گزشتہ تمام غموں اور بدصورت یادوں کو بھول جاؤ گی۔ کوئی خالد تمہارا نصیب کیسے ہوسکتا تھا۔ تمہیں تو خدا نے میرے لئے بنایا تھا۔

میرا دل چاہتا تھا کہ تمہیں بتاؤں کہ تم کتنی خوبصورت ہو سب سے منفرد تمہارا انداز اور شرمایا ہوا انداز [illegible] الگ کرتا [illegible] تم لوگوں کے رویوں [illegible] احساس کمتری کا شکار ہوگئی تھیں۔ میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ تمہیں کسی نے ریجیکٹ نہیں کیا بلکہ تمہیں میرے لئے مجھ سے ملنے کے لئے شاید ان تمام حالات سے گزرنا [illegible] شاید [illegible] دیر سے ملنا تھا۔ مگر افسوس میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتاسکا۔ یہ بھی نہیں کہ تم اس روز پاپا جانی کی برتھ ڈے پر بہت حسین لگ رہی تھیں اتنی کہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ بس تمہیں ہی دیکھتا رہوں اور یہ بھی نہیں بتاسکا کہ تمہارے ہاتھ کتنے خوبصورت ہیں۔ تمہاری لمبی مخروطی انگلیاں کتنی حسین ہیں۔ تمہاری مسکراہٹ کتنی دل فریب ہے۔ میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتاسکا۔ وہ تمام باتیں جو میں نے سوچی ہوئی تھیں کہ ہماری شادی کے دن تم سے کروں گا شاید اب بھی نہ کہہ سکوں اس لئے کہ ایسا کوئی دن ہماری زندگی میں آنے والا ہی نہیں ہے۔ تمہاری بے اعتباری مجھے بہت دکھ دے رہی ہے۔ تم ایک بار مجھے موقع تو دیتیں۔ رک کر میری بات سن تو لیتیں۔ کیوں اجالا تم

UrduPhoto.com

نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ میں تمہارے لئے first string بننا چاہتا تھا لیکن تم نے مجھے آسمان سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ وہ سازشی مجھ سے زیادہ قابل اعتبار قرار پائے۔" وہ اپنا بستر پر لیٹا بڑے دکھ سے سوچ رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ نماز پڑھ کر اٹھی تھی جب حمیدہ نے اسے اخلاق کے فون کی بابت بتایا۔ بات کرنے سے انکار کرتے کرتے وہ اچانک ہی رک گئی تھی۔ آخر ایسی کیا بات ہو گئی کہ اخلاق نے فون کیا ہے۔ وہ سوچتے ہوئے کارڈلیس اس کے ہاتھ سے لے کر بات کرنے کے لیے آمادہ ہو گئی۔ دوسری طرف اخلاق کی روتی ہوئی آواز سن کر اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ وہ روتے ہوئے انکل کی طبیعت کی خرابی کی اطلاع دے رہا تھا۔

"میں کمرے میں کھانا لے کر گیا تو وہ کارپٹ پر بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ طبیعت تو ان کی دو تین روز سے ہی خراب تھی [illegible] نہیں آیا کہ کیا [illegible] ہیں۔ پھر اویس بھائی کو فون کیا [illegible] ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی صاحب کو ہاسپٹل لے کر گئے ہیں۔" وہ ان کی طبیعت کا سن کر خود اتنی بری طرح پریشان ہوئی تھی کہ ڈھنگ سے اسے تسلی بھی نہیں دے سکی۔ اس سے ہاسپٹل کا نام پوچھ کر وہ جس حلیے میں تھی اسی میں گاڑی کی چابی اٹھا کر پورچ کی طرف آئی تھی۔ گاڑی انتہائی تیز رفتاری سے دوڑاتے ہوئے وہ ان کی صحت اور طویل عمری کے لیے دعائیں کرتی ہوئی ہاسپٹل کے احاطے میں داخل ہوئی تھی۔ ایک ایک قدم کئی من وزنی معلوم ہو رہا تھا۔

"انکل آپ کو زندہ رہنا ہے میرے لیے پلیز مجھے اکیلا مت چھوڑیے گا۔" وہ دل ہی دل میں ان سے مخاطب حواس باختہ ریسپشن تک پہنچی تھی۔ اسی ہاسپٹل میں وہ ایک مرتبہ پہلے بھی ان سے ملنے آئی تھی۔ مگر تب میں اور اب میں بہت فرق تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک کمرے کے باہر کھڑی خود کو اندر جانے کا حوصلہ دے رہی تھی۔

دروازے پر ہلکے سے دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئی تو ڈاکٹر ثروت حسین بخاری سے باتیں کرتے ہوئے اویس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی اس نے اپنا رخ دوبارہ ڈاکٹر بخاری کی طرف کر لیا تھا۔ اس کی سرد و سپاٹ نگاہوں سے اندر ہی اندر خائف ہوتی وہ انکل کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں موندے کمبل اوڑھ کر گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر بخاری نے نووارد کو بڑی گہری نگاہوں سے دیکھا تھا اور پھر دوبارہ اویس سے مخاطب ہو گئے تھے۔

"فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم پریشان مت ہو۔ بس یہ ہے کہ ان کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک تجاوز کر گیا تھا اور پھر سب سے بڑی بات ایج فیکٹر بھی ہے۔ اس ایج میں انسان کے نروز بہت کمزور ہو جاتے ہیں مجھے ایسا لگتا ہے ان دنوں وہ کسی پریشانی میں مبتلا تھے تمہیں ان کے خلاف مزاج کچھ بھی نہیں کرنا [illegible] کے لیے کسی بھی [illegible] کوشش کرو کہ وہ خوش رہیں۔ ان کی مرضی اور خواہشات کے مطابق ہر چیز ہو۔" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بہت مخلصانہ انداز میں اس [illegible] رہے تھے۔ وہ کی چپ [illegible] کھڑی ان کی بات بڑے غور سے سن رہی تھی۔

وہ خود ان کی پریشانی کا سب سے بڑا سبب ہے یہ بات اسے بری طرح نادم کر رہی تھی۔ انہوں نے ہمیشہ مجھ سے پیار کیا میرا خیال رکھا اور میں نے جواب میں انہیں ذہنی الجھن اور بیماری دی۔ وہ سر جھکائے سوچ رہی تھی۔ ڈاکٹر بخاری اویس کو تسلی دے کر باہر جا چکے تھے۔ ان کے جانے کے بعد وہ اس کی طرف نگاہ ڈالے بغیر انکل کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اور پاس رکھی کرسی پر بیٹھ کر ان کا چہرہ دیکھنے لگا تھا۔ اجالا نے ایک چور نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی تو وہ بہت پریشان اور الجھا ہوا نظر آیا۔ کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد وہ سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس نے نہ اس کے کھڑے رہنے کا کوئی نوٹس لیا تھا اور نہ ہی بیٹھنے کا۔

اس کا اسٹائل ایسا تھا جیسے اس وقت یہاں صرف وہ اور پاپا جانی ہی موجود ہیں۔ کسی تیسرے فرد کی موجودگی سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ایک گھنٹہ اسی طرح گزر گیا تھا۔ وہ دونوں ہی سارا وقت انکل پر نظریں جمائے بیٹھے رہے تھے۔ ان کے جسم میں ذرا سی حرکت محسوس ہوئی اور آنکھوں کے پپوٹے ہلنے لگے تو وہ فوراً" ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے پاس آگئی اویس نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر انہیں آواز دی تھی۔

"پاپا جانی آپ کیسے ہیں؟" انہوں نے بمشکل آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور بڑی پست آواز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہوں۔" ایسا لگ رہا تھا کہ بولنے کے لیے انہیں خاصی محنت اور طاقت صرف کرنی پڑی ہے۔ انہیں اس حال میں دیکھ کر وہ بے اختیار سسک اٹھی تھی۔ وہ جواسے جواب دے کر دوبارہ آنکھیں بند کر چکے تھے ایک دم آنکھیں کھول کر اپنے بائیں طرف گردن گھما کر دیکھا تھا ... ہوئے بولے تھے۔

"چلو میرے بیمار ہونے کا کچھ تو فائدہ ہوا۔ میری اجالا انکل سے ناراضگی ختم کر کے آگئی۔ اگر مجھے پتا ہوتا تو پہلے ہی بیمار ہو جاتا۔" ان کی بات پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ انہوں نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ روتے ہوئے ان کے بستر پر ہی بیٹھ گئی۔

"آپ بس جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔ آپ نے پرامس کیا تھا کہ میری برتھ ڈے پر مجھے میری پسند کا گفٹ دیں گے۔ میری برتھ ڈے سے پہلے آپ کو ٹھیک ہونا ہے۔" وہ روتے ہوئے بولی تھی اور اس کی اس بات پر وہ مسکرا نہیں رہے تھے۔ اویس بڑی خاموشی سے وہاں سے اٹھ کر جانے لگا تو انکل نے اس کا بازو تھام لیا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟" وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"کہیں نہیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں" وہ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کچھ بیزار سے انداز میں بولا تو اجالا نے پہلی بار چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ اسے مکمل طور پر نظر انداز کیے وہ ہر قیمت پر یہاں سے چلے جانا چاہتا تھا۔

"یہ کیا تم بچوں جیسی حرکتیں کر رہے ہو۔ کچھ تو میچورٹی کا ثبوت دو۔" وہ اپنی آواز کی کمزوری پر قابو پاتے ہوئے بمشکل بولے تھے۔ "تم دونوں ہی کا رویہ امیچیور ہے۔ غلط فہمیاں کہاں نہیں ہوتیں۔ لیکن اسے انا اور عزت کا مسئلہ بنا کر ہر کوئی تم لوگوں کی طرح نہیں بیٹھ جاتا۔ اگر آپس میں کوئی بدگمانی آگئی ہے تو بیٹھ کر بات کر کے اپنے مسئلے کا حل نکالو۔ ایک دوسرے کے ساتھ Communicate کرو۔ پڑھے لکھے لوگوں کے بیچ Communication gap کبھی بھی نہیں آنا چاہیے۔ ہر مسئلے کا حل ڈسکشن میں پوشیدہ ہوتا ہے۔" وہ دونوں کی طرف باری باری نگاہ ڈالتے ہوئے بولے تھے۔

وہ کچھ دیر کھڑا جیسے اپنے آپ پر قابو پاتا رہا تھا۔ پھر بڑی دقتوں سے خود کو آمادہ کرتا ہوا کرسی پر دوبارہ بیٹھ گیا ... دیا تھا لیکن چہرے پر موجود ناگواری اور خفگی کے تاثرات وہ چھپا نہیں پا رہا تھا۔ انہوں نے دوبارہ کچھ کہنے کی کوشش کی تو اویس بڑی بے مروتی سے انہیں ٹوکتا ہوا بولا۔

"پلیز پاپا جانی I beg you آپ کسی ناپسندیدہ موضوع کو یہاں زیر بحث مت لائیں۔ میں آپ کی طبیعت کی وجہ سے مجبور ہوں آپ مجھے کچھ بولنے پر مت اکسائیں۔" اس نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھا کر بڑے غور سے اویس لودھی کی طرف دیکھا تھا۔ کیا جو جھوٹے ہوتے ہیں ان کا لہجہ اتنا مضبوط ہوتا ہے۔ کیا ظالموں کے چہرے اتنے روشن ہوتے ہیں۔ کیا ریا کاروں اور منافقوں کی آنکھوں میں اتنی چمک اور سچائی ہوتی ہے۔ وہ ایک ٹک اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ وہ اپنے چہرے پر مرکوز اس کی نگاہوں سے بے نیاز ان سے مخاطب تھا۔

"مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی۔ نہ آج نہ کبھی۔ میں جو ہوں جیسا ہوں مجھے معلوم ہے۔" وہ اپنے مخصوص مضبوط اور دوٹوک انداز میں بولا تو وہ بڑی بے

UrduPhoto.com

بے بسی محسوس کرتے ہوئے چپ ہو گئے تھے۔ وہ اس وقت سے مسلسل اسی کی طرف دیکھ رہی تھی جو سارے زمانے سے خفا نظر آ رہا تھا۔ اس کا اپنا دل اور دماغ اس کے حق میں گواہی دینے لگے تھے وہ سچا ہے اسی لیے اسے کسی کا ڈر نہیں۔ یہ شخص کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ کوئی اس کے اندر سے بول رہا تھا اور وہ اپنی اب تک کی بدگمانیوں پر شرمسار بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا ابراہیم کا پچھلا رویہ میرے سامنے نہیں تھا۔ کیا وہ کبھی بھی ایسا کر سکتا تھا جیسا میں نے اسے سمجھا۔ اگر وہ مجھے دھوکا دے رہا ہوتا تو اس دن رنگے ہاتھوں دعا کے ساتھ پکڑے جانے پر بوکھلا جاتا۔" وہ اپنی اور اس کی اس روز کی گفتگو یاد کرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

کتنی ہی دیر تک وہ سر جھکائے اپنے آپ سے الجھتی رہی تھی۔ "کیا میری اس دن کی تمام بکواس پر مجھے کبھی معاف کرے گا۔ نہیں [illegible] نہیں۔ اس نے کبھی میرا دل نہیں دکھایا [illegible] مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی اور میں نے اسے [illegible] بری طرح ہرٹ کیا۔ کیا ایک سوری میری تمام بد[illegible] نہیں۔ میں [illegible] دشمنوں کی سازشوں کو بے بغیر اندھا دھند ان پر اعتبار کر لیا اور اپنی جلد بازی اور حماقت کے ہاتھوں اسے خود سے ہمیشہ کے لیے ناراض کر دیا۔ وہ اب شاید مجھے کبھی بھی معاف نہ کرے اور شاید مجھ جیسے لوگوں کے ساتھ ہونا بھی ایسا ہی چاہیے۔ میری Start Sightedness نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔" وہ اپنی سوچوں سے گھبرا کر ان کے پاس سے کھڑی ہو گئی۔

گھر سے نکل کر بوجھل سے اور تھکے ہوئے قدموں سے چلتی وہ اپنے آپ سے کہہ رہی تھی اپنی زندگی میں کھلنے والے خوشیوں کے اس در کو میں نے

خود اپنے ہی ہاتھوں بند کر دیا۔ کیا کوئی اور بھی مجھ سا احمق اور جلد باز ہوگا۔

ابھی کیا کہیں ، ابھی کیا سنیں ؟
کہ سر فصیل سکوت جاں
کف روز و شب پہ شرر نما

وہ جو حرف حرف چراغ
اسے کس ہوا نے بجھا
کبھی لب ہلیں گے تو پوچھنا
سر شہر عہد وصال
وہ نکہتوں کا ہجوم
اسے دست موج فراق
تہ خاک کب سے ملا
کبھی گل کھلیں تو پوچھنا
ابھی کیا کہیں ، ابھی کیا
یونہی خواہشوں کے فشار
کبھی بے سبب کبھی بے خلل
کہاں کون کس سے بچھڑ گیا
کسے کس نے کیسے گنوا دیا
کبھی پھر ملیں گے تو پوچھنا

وہ پارکنگ میں آ کر اپنی گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے خود کو ہمیشہ سے زیادہ تنہا اور دکھی محسوس کر رہی تھی۔ [illegible] گئی۔ مڑ کر دیکھا تو وہ اس کے بالکل سامنے کھڑا اسے بڑی گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم نے [illegible] سمجھا۔ لیکن میں تمہارے چہرے کے تاثرات سے تمہارے دل کی ہر بات جان لیتا ہوں۔ مجھے تمہیں جھکانے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ لیکن کم از کم اتنا تو کہہ دو کہ تم میرے اوپر اعتبار کرتی ہو ساری دنیا میں سب سے زیادہ۔ صرف اتنا ہی کہہ دو کہ تمہارے دل سے تمام شکوک دور ہو گئے ہیں۔ تمہیں مجھ پر یقین آ گیا ہے۔" وہ اس کے سامنے کھڑا دونوں ہاتھ سینے پر باندھے مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"کیا آپ مجھے معاف کر دیں گے؟" وہ اس سے نظریں ملانے کی ہمت خود میں نہیں پا رہی تھی۔ اس لیے سر جھکا کر بولی تھی۔

"ہاں اس شرط پر کہ آئندہ کبھی مجھ سے بدگمان نہیں ہو گی۔ ہر شخص منافق اور دھوکے باز بھی نہیں ہوتا۔ دنیا میں ابھی بھی محبت اور خلوص اتنا نایاب بھی

UrduPhoto.com

...ہوا کہ ہر آدمی کو شکوک کی عینک لگا کر دیکھا جائے۔ ...ویر میں پہلی مرتبہ مسکرایا تھا اور اس کی اس بات ...اپنے چہرے کی سرخ پڑتی رنگت سمیت اقرار میں ...ہلا گئی تھی۔

"آج اجالا نے سچ مچ میرے گھر میں اجالا کر دیا ہے ...ی تھوڑی دیر پہلے ہی میں اسے رخصت کر کے ...گھر لایا ہوں۔ آج سے ٹھیک ایک سال پہلے آج ...کے دن وہ مجھے پہلی مرتبہ پارک میں ملی تھی اور تب ...نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ اتنی پیاری اور منفرد سی ...میرے گھر میں اتنی ساری خوشیاں اور بہاریں ...کر آئے گی۔ میں خوش ہوں بے تحاشا اور بے ...ب خوش ہوں۔ میرے بچوں کو ان کی خوشی مل گئی ...مطمئن اور آسودہ ہو گئے اور اپنے بچوں کو خوش دیکھ ...میں کیوں نہ خوش ہوں۔ اجالا دلہن بن کر اتنی ...ری لگ رہی تھی کہ میں [illegible] نہیں سکتا۔ کاش آج ہم ...کے درمیان [illegible] دانیال اور یمین بھی ہوتے تو ...ری خوشیاں دوبالا ہو جاتیں۔ خیر میں اپنے رب کی ...میں راضی ہوں [illegible] ...اویس اور میری اجالا میرے پاس ہیں۔ میرا گھر ...ن ہو گیا ہے۔ اب [illegible] گھر میں قہقہے گونجا کریں ...۔ میرے بچے اپنی زندگی خوشگوار انداز میں بسر ...یں گے اور میں انہیں ہنستا [illegible] ...ت کا شکر ادا کیا کروں گا۔ کچھ عرصہ پہلے تک مجھے ...ب کچھ ہوتا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔

اجالا اور اویس کے بیچ اتنی مس انڈر اسٹینڈنگ ہو ...تھی اور میرے سمجھانے بجھانے کا دونوں ہی پر ...اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اگر بچوں کے نقطہ نظر سے ...جائے تو اجالا اور اویس دونوں ہی اپنی اپنی جگہ ...تھے۔ اجالا جس نے اپنے خونی رشتوں کی بے ...رخی اور ناقدری کا دکھ اٹھایا ہوا تھا کیسے کسی اور پر ...کر لیتی اور اویس اپنے جذبوں میں سچا تھا اس ...لیوں جھک جاتا۔ ان دونوں کے رویے اپنی جگہ ...تھے لیکن میں اپنے بچوں کو ایک دوسرے سے ...انا کا پرچم بلند کیے دیکھتا رہتا۔ خاموش ...رہتا اپنے بچوں کی بربادی دیکھتا رہتا۔ وہ ناخوش تھے ایک دوسرے سے خفا تھے اور میں دونوں میں سے کسی کو بھی سمجھا نہیں پا رہا تھا۔

پھر اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ جو مثل مشہور ہے کہ جوان گھر سے بھاگنے سے ڈرا تا ہے اور بوڑھا مرنے سے۔ سو اسی مثل پر عمل پیرا ہوتے ہوئے میں نے ایک ڈرامہ تیار کیا۔ اس ڈرامے میں میرے ساتھ اخلاق اور بخاری نے بھی اپنا اپنا کردار نہایت عمدگی سے نبھایا۔ اجالا تو خیر ہے ہی سیدھی سادی اور معصوم اصل خطرہ تو اویس سے تھا۔ وہ آخر میرا پوتا ہے اس کی زیرک اور تیز فہم نظروں سے مجھے خوف تھا۔ لیکن آخر میں اسی کا دادا ہوں ایسی کامیاب اداکاری کی کہ اس کے فرشتے بھی اصل حقیقت نہیں جان سکے ہوں گے۔ اخلاق کو میں نے سمجھایا تھا کہ پہلے [illegible] کو روتے ہوئے فون کرے پھر جب وہ مجھے ہاسپٹل لے جائے تو اجالا کو۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملوانے کا اور کوئی طریقہ ہی نہیں تھا میرے پاس۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ میری ترکیب [illegible] تمام شکوے اور ناراضگیوں کی دھند چھٹ گئی۔ اب اس چالاکی کا تو میں انہیں کبھی بھی پتا نہیں چلنے دوں گا۔ ورنہ وہ آئندہ کبھی میری کسی بات کا یقین نہیں کریں گے اپنے آشیانے کی حفاظت میں نے بخیر و خوبی کر لی اور میں خدائے بزرگ و برتر کا احسان مند ہوں جس نے میرے بچوں کو ان کی روٹھی ہوئی خوشیاں لوٹا دیں۔ میری دعا ہے کہ اویس اور اجالا کے بیچ اب کبھی کوئی دعا کوئی دیوار نہ آئے اور اگر آئے بھی تو وہ ہر سازش دشمنی کو ناکام بنا دیں۔ یا رب العالمین میرے بچوں کو سدا خوش اور آباد رکھنا۔ انہیں کبھی کوئی دکھ نہ پہنچے۔ انہیں حاسدوں کے حسد اور شرپسندوں کے شر سے بچانا۔ وہ ہمیشہ ایک دوسرے پر اعتبار کریں ایک دوسرے سے پیار کریں۔ انہیں کبھی کوئی دکھ چھو کر بھی نہ گزرے آمین ثم آمین۔

♥ ♡

UrduPhoto.com